ساز کے ساتھ مجلس سماع کی لاجواب تحقیق
تحقیق الاصابیر
فی
سماع المزامیر
(اردو ترجمہ)
تالیف
فخر العارفین حضرت علامہ سید شاہ عبد الحئی
قادری منعمی ابوالعلائی، اسلام آبادی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۲۷۶ - ۱۳۳۹ھ)
خانقاہ منعمیہ
میتن گھاٹ، پٹنہ سیٹی (بہار)
media@sufiyana.com

شجرہ منعمیہ

حضرت قطب العالم مخدوم شاہ محمد منعم پاکباز قدس سرہ کے خلیفہ

حضرت شیخ المشائخ مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہ کے خلیفہ

حضرت واصل باللہ حکیم شاہ فرحت اللہ حسن دوست کریم چکی قدس سرہ کے خلیفہ

حضرت حکیم شاہ مظہر حسین کریم چکی قدس سرہ کے خلیفہ

حضرت حکیم شاہ مہدی حسن کریم چکی قدس سرہ کے خلیفہ

حضرت شاہ امداد علی بھاگلپوری قدس سرہ کے خلیفہ

حضرت سید شاہ مخلص الرحمٰن جہانگیر اسلام آبادی قدس سرہ کے خلیفہ وسجادہ نشین

حضرت علامہ سید شاہ عبد الحیٔ قادری منعمی ابو العلائی اسلام آبادی قدس سرہ

ساز کے ساتھ مجلس سماع کی لاجواب تحقیق

تَحقِیقُ الاَصَابِیر فی سَمَاعِ المزَامِیر

(اردو ترجمہ)

تالیف

فخر العارفین حضرت علامہ سید شاہ عبد الحئی

قادری منعمی ابو العلائی، اسلام آبادی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲۷۶ - ۱۳۳۹ھ)

ترتیب و تقدیم

حضرت سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی

مترجمین

عبد الخالق مصباحی
مظہر الکبریا صدیقی
محمد رمضان علی فرقانی
محمد محب اللہ مصباحی

خانقاہِ مُنعمیہ
میتن گھاٹ، پٹنہ سیٹی (بہار)

نام کتاب : تحقیق الاضابیر فی سماع المزامیر
مصنف : حضرت فخر العارفین علامہ سید شاہ عبد الحیٔ
قادری منعمی ابوالعلائی رحمۃ اللہ علیہ
اشاعت اول : ربیع الآخر ۱۴۳۹ھ (جنوری ۲۰۱۸ء)
صفحات : 200
تعداد : 1000
کمپوزنگ : منعمی کمپیوٹر، احمد مارکیٹ، دریاپور، پٹنہ-۴
مطبع : صوفیانہ پرنٹرز editor@sufiyana.com
قیمت : 300 روپے

Tahqeeq ul Azabeer fi Sama il Mazameer
By
Fakhrul Aarefeen Hazrat Allama Syed Abdul Hayee
Qadri Munemi Abululai Rahmatullah Alaih

Published by:
Khanqah Munemia
Dargah Sharif, Mitanghat, Patna City 800008
Mobile: +91 73700 46130
Email: hazrat.mitanghat@gmail.com FB: khanquah.munemia
Web Address: www.sufiyana.com/books/munemia

First Edition - January 2018

فہرست

مقدمہ

حضرت سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی

سجادہ نشیں، خانقاہ منعمیہ قمریہ، میتن گھاٹ، پٹنہ سیٹی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دین نام ہے حرام کو پہچاننے کا، جس نے حرام کو پہچان لیا اس نے حلال خود بخود جان لیا۔ اسی لئے حرام کا حکم واضح اور روشن ہونا چاہئے۔ چنانچہ اسلام میں جو چیزیں حرام ہیں ان کا حکم قرآن کریم میں روشن، واضح اور دوٹوک ہے۔ قرآن کریم میں جو چیزیں صاف حرام قرار دے دی گئیں انہیں حلال کرنے والا بالاتفاق مرتکب کفر ہوگا۔ نہ تو اسے منسوخ قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کی کوئی تاویل ہی کی جا سکتی ہے۔ لیکن ان واضح، صاف، روشن اور دوٹوک چیزوں کے علاوہ کسی چیز کو حرام قرار دینا یا ان منصوص تحریم کے ساتھ کسی غیر منصوص تحریم کو رکھنے والا نہ صرف مرتکب کفر ہوگا بلکہ دعوۂ الوہیت کا بھی گنہگار ہوگا۔ العیاذ باللہ

غرض یہ کہ حرام کو حلال کرنے والا تو گنہگار ہے لیکن حلال کو حرام کرنے والا دعوۂ خدائی کا مرتکب ہے۔ **نعوذ باللہ من ذلك**

قرآن مجید میں ساز کے ساتھ مجلس سماع کی تحریم تو کجا کہیں بھی لفظ **غنا، معازف** اور **مزامیر** استعمال ہی نہیں ہوا۔ جبکہ اگر منشاء الٰہی ان کی تحریم کا ہوتا تو یہ ضروری تھا کہ ان کی تحریم بھی صاف صاف، دوٹوک واضح اور روشن ہوتی۔ حرام کو تشریح اور توضیح کا محتاج کر دینا مزاج اور سنت الٰہی کے خلاف ہے۔

احادیث کریمہ اور قرآن کریم میں فصل، بعد، تضاد اور تناقض کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ احادیث قرآن کریم کی سب سے مستند تشریح اور توضیح ہیں اور اگر کہیں احادیث میں کوئی ایسی چیز بفرض محال مل بھی جاتی ہے تو حدیث قولی وحدیث فعلی میں تناقض اور contradiction نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کسی چیز کی حرمت کا ذکر حدیث قولی میں ہے لیکن اس کے برخلاف حدیث فعلی وعملی میں اس کا ارتکاب تقریری طور پر ثابت ہو تو دو باتیں ہوں گی۔

(الف) ضعیف سند والی حدیث قولی پر مستند حدیث فعلی کو فوقیت دی جائے گی۔

(ب) حدیث قولی سے حدیث عملی متصادم ہو تو حدیث قولی کی حدیث عملی وفعلی کے مطابق تاویل وتطبیق کی جائے گی۔

اگر غنا ومعازف والی حدیث (بشرط صحت) سے ہر قسم کے گانے بجانے کی تحریم ثابت ہوتی ہے تو پھر استقبال مدینہ میں بچے اور بچیوں کا دف پر حضور پاک کیلئے ترانہ سنانے کی کیا تاویل ہوگی۔ ممکن ہے کہ آج کوئی یہ جرأت کر بیٹھے کہ بنی نجار کا عمل حضور کی صحبت وسنگت سے پہلے کا ہے۔ صحبت وسنگت کے نتیجے میں اس قسم کا شوق وذوق جاتا رہا تو بھلا ہو علامہ ابن قیم (م 751ھ) کا جنہوں نے اس مرض کا بھی سد باب کر دیا کہ وہ ''زاد المعاد'' میں فرماتے ہیں کہ غزۂ تبوک سے جب سید لولاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لائے تو اہل مدینہ نے دف بجا کر ان اشعار کو گایا۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا مادعا للہ داع

ظاہر ہے بنی نجار کے معصوم بچوں کے مقابلے میں یہ عمل تو 9 سال شرف صحبت سے فیضیاب ہونے والے ساری دنیا کے بہترین انسانوں اور ان کے نونہالوں کا تھا۔

آداب المریدین میں حضرت شیخ ابونجیب عبدالقاہر ضیاء الدین سہروردی (م 563ھ) نے افراط وتفریط، تشدد اور تصلب سے پاک فیصلہ فرمادیا ہے۔ یہی صوفیائے کرام اور معتدل علمائے عظام کا مسلک وعقیدہ بھی ہے۔ ملاحظہ ہو:

"فقد سئل النبی علیہ السلام عن الشعر
فقال ھو کلام فحسنه حسن وقبیحه قبیح
فالحسن منه ما کان من المواعظ والحکم
وذکر آلاء اللہ ونعمائه ونعت الصالحین
وصفة المتقین فسماعه حلال وما کان من
ذکر الاطلال والمنازل والازمان والامم
الماضیة فسماعه مباح وما کان من
ھجو وسخف فسماعه حرام"

غل وغش سے پاک آواز کا ساز کے ساتھ سننا ایسے اکابر سے اور اس قدر بزرگ شخصیتوں سے ثابت ہے کہ اس کے تحریم وتنقیص کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ۔ظاہر ہے کہ احکام شریعت اسلامیہ کا ایک بڑا حصہ فعلی وعملی مثالوں اور نظیروں سے مرتب ہوا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بعد متشددین اور علماء سوء نے اپنی دریدہ دہنی اور ژولیدہ ذہنی سے امت میں جو انتشار پیدا کیا وہ ایک ایسی تشریح شریعت کی شکل میں ظاہر ہوئی جس میں مبتلائے ہوائے نفس ہوکر حکم لگانے والا خوارج کی طرح خادم شریعت کے بجائے شریعت کا بھوکھا نظر آتا ہے اور خود ساختہ جذبۂ دینی سے مغلوب ہوکر سابقون الاولون کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ ایسے دور میں جن علماء کرام نے نمونہ اسلاف بن کر اس فتنے کو بڑی چابکدستی اور حکمت حیدری سے روکا ان میں ایک عظیم وجلیل نام حضرت شیخ الاسلام والمسلمین قطب وقت علامہ سید شاہ عبدالحیٔ قادری منعمی ابوالعلائی اسلام آبادی چاٹگامی قدس سرہ (المولود 1276ھ ۔المتوفیٰ 1339ھ) کا بھی ہے۔

شریعت وطریقت دونوں کے لئے آپ مرج البحرین کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آپ کے اقوال واحوال، ملفوظات ومکتوبات لؤلؤ اور مرجان کے مثل ہیں۔

اسمٰعیل دہلوی کی تقویت الایمان ہو یا کسی پڑھے لکھے جاہل کا فتویٰ ، آپ اس کے شر اور اشرار سے ملت اسلامیہ کو محفوظ رکھنے میں کمر بستہ نظر آتے ہیں۔ تحقیق الاضابیر بھی اسی درد دین ،فکر تقدس ناموس رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم واہل بیت واصحاب رضی اللہ عنھم اجمعین تحفظ عزت اولیاء واصفیاء وصلحا رحمۃ اللہ علیھم اجمعین کی ترجمان ہے۔

تحقیق الاضابیر فی سماع المزامیر میں حضرت علامہ شاہ عبدالحئ قدس سرہ نے صرف ایک غلط اور گمراہ فتوے کی رد نہیں کی ہے بلکہ ان کی یہ تصنیف قرآن واحادیث سے کسی حکم کے استنباط واستخراج کے اصول وقواعد کی تشریح وتوضیح بھی ہے۔ ایک طویل عرصہ انہوں نے درجات عالیـہ کے طلباء کو درس دیتے ہوئے گزارے تھے اس لئے ان کی تحریر میں استاد کی مشفقانہ شفقت بھی ہے اور غلط مفاھیم ومعانی سے محفوظ رکھنے کیلئے مربیانہ سختی وتندی بھی ہے۔ عموماً ان موضوعات پر جو تحریریں ملتی ہیں وہ خشک ،گنجلک اور خالص فنی ہوتی ہیں لیکن یہ مصنف قدس سرہ کی جو استاد الاساتذہ ہیں کرامت ہے کہ آپ کی تحریر سلیس، سہل اور زود فہم ہے۔

519ھ میں املا کرائی گئی تفسیر زاہدی پہلی حنفی فارسی تفسیر ہے لیکن اس کے بعد جتنی عربی تفسیریں لکھی گئیں وہ سب تفسیر امام زاہد کی خوشہ چیں نظر آتی ہیں۔ خواہ بیضاوی ہو یا جلالین التفسیرات الاحمدیہ ہو یا تفسیر مظھـری۔ ٹھیک

اسی طرح تحقیق الاضابیر فی سماع المزامیر اس موضوع پر وہ ام المتون ہے کہ جتنی کتابیں اس موضوع جواز پر تالیف ہوئیں سب کی سب بالاقرار وبلااقرار اسی کی خوشہ چیں ہیں۔

مثنوی مولانا روم کا مطالعہ کرنے والا حضرت مولانا کو کسی موضوع پر مثال دیتا ہوا پاتا ہے تو عش عش کر بیٹھتا ہے ٹھیک اسی طرح ''تحقیق الاضابیر'' میں جب حضرت العلام مثالیں اور نظیریں پیش کرنے لگتے ہیں تو قلب سلیم رکھنے والا حضرت کی جلالت علمی وصلاحیت فقہی کا ہر قدم پر نئے سرے سے قائل ہونے لگتا ہے۔

'تحقیق الاضابیر' میں حضرت علامہ کی عظیم القدر محدثانہ شان بھی عیاں ہوتی کہ استاذ حدیث ایک حدیث پر تکیہ کرکے اپنی بصارت کا مدعی نہیں ہوتا بلکہ اس کی بصیرت اس نوعیت کی جملہ احادیث کو اس کے سامنے یوں نمایاں کردیتی ہے جیسے جام جہاں نما ہاتھوں میں ہو۔ یہ تالیف اپنی زبان اور اپنے بیان کے اعتبار سے بھی بطور خاص قابل تذکرہ ہے۔عربی زبان میں تالیف ہونے والا یہ قیمتی رسالہ اپنے اسلوب اور سبک کے اعتبار سے بے حد دلکش اور سہل ہے۔ دارالافتاء وتربیت افتاء کے نہ صرف طلبا بلکہ زعماء کو بھی علامہ ہندی نژاد کی اس عربی نثر کو دیدۂ عبرت نگاہ سے دیکھنا چاہئے۔

سلسلہ منعمیہ جو تمام سلاسل کا مبارک سرچشمہ ہے اور اس کے اکابر میں نابغۂ روزگار شخصیتیں بھرپور ہیں۔ بعض کے ہاتھوں پر لاکھوں لوگ اپنی بیعت کو خوش نصیبی سمجھتے ہیں تو بعض کی تحریریں آج بھی مرشد کا بدل نظر آتی ہیں۔ ہماری یہ کوشش ہے کہ ان کی تحریری و تبلیغی کوششوں کا احیا کیا جائے۔ "تحقیق الاضابیر" کی اشاعت بھی اس سلسلے کی مبارک کڑی ہے۔
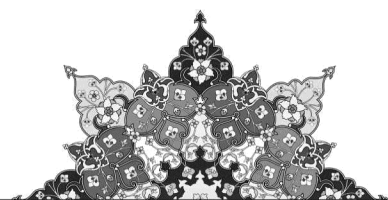
"تحقیق الاضابیر" کی پہلی اشاعت 1312ھ میں مطبع اسلامی محلہ مصر بازار غازی پور، یوپی، بھارت سے ہوئی تھی۔ اسی مطبوعہ نسخہ کا عکس دربار جہانگیریہ مرزا کھیل شریف چاٹگام بنگلہ دیش سے خانقاہ منعمیہ کے کتب خانے کو موصول ہوا، دوران ترجمہ و تحقیق یہی نسخہ پیش نظر رہا۔

"تحقیق الاضابیر" پر اس دور کے عظیم البرکت علماء ومشائخ نے تقریظیں ثبت فرمائیں جن میں حضرت مولانا فاروق حنفی عباسی (م 1909ء)، حضرت مولانا فیض اللہ الاعظمی جیسے علمائے کرام اور سلسلہ رشیدیہ کے عظیم شیخ حضرت مولانا حکیم محمد عبدالعلیم آسی غازی پوری (م 1335ھ) وسلسلہ آبادانیہ کے شیخ جلیل حضرت حافظ فرید الدین آروی (م 1324ھ) جیسے مقبول ترین مشائخ شامل ہیں۔

جامعہ منعمیہ کے زیر تربیت اساتذہ اور شعبۂ عربی اورینٹل کالج کے طلبا کو اس کام میں لگایا۔ عبدالخالق مصباحی، مظہر الکبریا صدیقی الندوی اور رمضان

علی فرقانی پر یکے بعد دیگر زور دے کر اس کام کو آگے بڑھایا اور پھر مُحبّ اللہ سیوانی مصباحی نے بھی اس میں اپنی خدمات انجام دیں۔ جب ان سب کے کام سے اطمینان ہو گیا تو یہ آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے امت کی ہدایت کا سبب بنائے اور افراط وتفریط سے محفوظ رکھنے کا ذریعہ بنائے، آمین۔

میں اس گراں قدر خدمت میں عزیزی سیف الدین ایاز روموی حسنی جہانگیری منعمی کی گراں قدر خدمات کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں کہ انہیں کی ذاتی دلچسپی اور خدمت نے اس کام کو ممکن بنایا۔ وہیں عزیزی محمد آصف، حافظ احسان منعمی، عبدالرازق فاطمی، محمد معروف اور حافظ افتخار سلمہم اللہ تعالیٰ کو بھی جزائے خیر کے لئے دعا گو ہوں کہ وہ ہر قدم پر اس خدمت میں میرے قدم بہ قدم رہے۔ جزاھم اللہ تعالیٰ خیراً۔

پیش لفظ

فخر العلماء والمتکلمین شیخ المشائخ حضرت مولانا حافظ

سید محمود احمد صاحب رفاقتی اشرفی مدظلہ العالی

زیب سجادہ خانقاہ رفاقتیہ اسلام آباد (بھوانی پور) مظفر پور، بہار
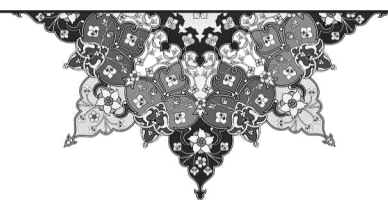
ان ہی کی مطلب کی کہہ رہا ہوں، زبان میری، ہے بات ان کی
ان ہی کی محفل سنوارتا ہوں، چراغ میـرا، ہے راتـ ان کی
فقط میـرا ہاتھ چـل رہا ہے، ان ہی کا مطلب نکل رہا ہے
ان ہی کا مضمون، ان ہی کا کاغذ، قلم ان ہی کا، دواتـ ان کی

فخر المتاخرین علامہ امام ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ فرنگی محلی اور فخر العارفین مولانا عارف باللہ سید عبدالحیٔ شاہ چاٹگامی قدس سرہما اللہ اکبر! چودھویں ہجری صدی کے آغاز میں شایان کبریائی کے مظہـر اور وراثت ونیابت نبوی کے وارث ونائب تھے، فخر المتاخرین استاذ تھے، فخر العـارفین تلمیذ اجل تھے، فخر المتاخرین میزبان رسول اکرم ﷺ حضرت ابوایوب انصـاری رضی اللہ عنہ کی اولادوں میں تھے۔فخر العارفین گل زار فاطـمی کے گل نوبہاروں میں تھے۔استاذ وتلمیذ دونوں کے وجود میں علم وعرفان کا خوب خوب اجتماع وظہور تھا، دونوں عالم ربانی تھے، شان جامعیت میں ممتاز عصر تھے، تعـلیم وتدریس اور تربیت طالبین کے مہر وماہ تھے، دونوں کی تعلیم وتربیت کا غلغلہ بلند تھا فخر المتاخرین استاذ اعظـم اور علم شریعت کے مجدد تھے۔

فخر العارفین طریقۂ اصفیاء کے قطب تھے،فخر المتاخرین،قطب العلماء مداد الفضلا اور سر گروہ مصنفین تھے،فخر العارفین، کامل واکمل، واصل وموصل تھے استاذ وتلمیذ، دونوں کا فیضان سمت الراس پر ضوفشاں ہوا،فخر المتاخرین چالیس کی عمر کو پہونچنے سے پہلے ربیع الاول 1304ھ میں رحمت حق سے پیوست ہوئے ایک سو چالیس، جید، متبحر متمہر علماءعلوم وفنون کی جماعت کو نیابت کی مسندوں پر فائز کیا،علوم وفنون اور علوم شرعی میں ان کے سیال وشاداب قلم سے نکلی ہوئی کتابوں نے عرب میں غلغلہ بلند کیاان کی ایک سو چودہ کتابوں کی بیروت، مصر، حجاز مقدس سے طباعتیں ہوئیں، والہ الحمد

جس کسی کو بھی علم وعلما، اور معرفت وعرفان کی بزم میں حاضری کی سعادت اور اکتساب، معنی کی نعمت ملی ہے وہ اس حقیقت سے آگاہ ہے۔

فخر العارفین،علوم وفنون کی تکمیل کے بعد احادیث نبوی کے انوار سے مستنیر ہورہے تھے،تبھی فخر المتاخرین نے دارفانی سے دارالبقاء کی طرف رحلت کی،اس کے بعد آپ مولانا محمد نعیم فرنگی محلی کی خدمت میں بھی رہے(حکیم عبد الحیؒ مولف نزہت الخواطر بھی دو کتابوں میں شریک درس رہے) اس کے بعد فخر العارفین نے دہلی کا سفر کیا دہلی میں سورج گڑھ مونگیر صوبہ، بہار کے میاں نذیر حسین نے درس احادیث کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا۔اس فن کے مطابق سند اسانید بھی دیتے تھے،لیکن لطف کی بات یہ تھی کہ ان کے رفیق درس مشہور مسند الوقت مولانا

قاری عبدالرحمٰن انصاری محدث پانی پتی اور عالم اجل ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ مولوی نذیر حسین صاحب نے حدیث کس سے پڑھی ہے۔ وجہ یہ تھی کہ جب علمـاء میاں صاحب پر معترض ہوتے تو کہتے کہ ان دونوں سے پوچھ لو، وہ میرے سبق میں شریک تھے۔

فخر العـارفین، درس حدیث لینے کے لئے میاں نذیر حسین صاحب کے پاس گئے، ان کے اصحاب ان کی موجودگی میں حضرت سیدنا امام حسینؓ جگر گوشہ بتول زہرا کے خلاف شان، باغی اور واجب القتـل وغیرہ کہہ رہے تھے، میاں صاحب زیدی سیادت کی دعویٰ داری کے باوجود ان بدبختـانہ کلمات کو خاموش سنتے رہے، فخر العـارفین بے قرار، بہ دل گریاں فرماتے

”مرید اپنے پیر کی محبت میں بے اختیارانہ مجذوب ہوا کرتا ہے سید الشہدا، حضرت امام حسین ہمارے شیخ ہیں، ان کی محبت میں بے اختیارانہ مجذوب ہیں، مولوی نذیر حسین کا معاملہ ہم پر شاق گزرا ہم فوراً اٹھ کر چلے آئے، پھر دوبارہ وہاں نہیں گئے اور اس دن سے ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی“

فخرالعارفین دہلی سے گنگوہ شریف مولوی رشید احمد صاحب کے پاس گئے، صحیحین ، نسائی، اور ابوداوٗد سماعت کی اور پڑھی، آپ گنگوہ شریف میں طریقہ چشتیہ صابریہ کے مجدد شیخ الشیوخ شیخ عبدالقدوس نعمانی ردولوی گنگوہی متوفی 945ھ درگاہ شریف میں جاتے اور تادیر مراقب رہتے ،مولوی رشید احمد صاحب کا معاملہ یہ تھا کہ چشتی صابری قدوسی نسبت کے باوجود عرس کی مجلسوں میں شرکت کو ناپسند کرتے ،ان کے ایک مولوی صاحب مرید ان کی ملاقات کے لئے پہونچے مولوی صاحب اس مرید مولوی پر سخت برہم ہوئے اس نے معذرت کی کہ مجھے عرس کا حال معلوم نہ تھا دل میں آیا اٹھا اور خدمت میں چلا آیا لیکن مولوی صاحب نے اس کا عذر قبول نہ کیا اسے لوٹا دیا،فخرالعارفین نے درگاہ شریف میں حاضری ومراقبہ کے معاملہ پر مولوی صاحب کے مہمان مولوی گفتگو کرنا چاہتے تو آپ خاموش رہتے ۔

حضرت فخرالعارفین اٹھائیسویں رمضان المبارک 1305ھ میں حدیث پڑھنے کی سند لیکر فرنگی محل دارالعلم والعمل گئے،اس وقت حضرت مولانا شاہ عبدالرزاق صاحب متوفی 1306 ھجری اورمولانا محمد نعیم فرنگی محلی صدرحیات میں تھے اور دونوں کا بحر علم ومعرفت مصروف مواج وفیاضی تھا، جب فخرالعارفین پہونچے،تو بزرگوں نے خانوادۂ کے نونہالوں کی تعلیم وتربیت کی خدمت آپ کو سپرد کی ان میں مولانا محمد عبدالباقی علیہ الرحمہ اورشمس العلماء مولانا

محمد عبد الحمید بحر العلومی بعد کے دور میں استاذ الاساتذہ اور مرجع خلائق ہوئے۔
ان صاحبزادگان والا تبار عالی مقام نے شرح الوقایہ، اور مناظرہ رشیدیہ، سراجیہ، شریفیہ، اور قطبی مع میر، شرح تہذیب، ملاحسن وغیرہا حضرت فخر العارفین سے پڑھی۔

خانوادہ علماء فرنگی محلی میں ملا محمد اسعد سب سے بڑے تھے، ان کی اولادوں کی ذیلی شاخ میں مولانا فضل اللہ رحمت اللہ بن مولانا نور اللہ جید و متبحر عالم و فاضل اور صاحب ذہن و ذکاوت تھے، وہ فرنگی محل سے دیار مشرق کے مشہور شہر غازی پور منتقل ہوئے، علوم کی ترویج و ترقی کیلئے 1301 ھجری میں "مدرسہ چشمہ رحمت" قائم کیا، اعداد کا لحاظ کرنے سے یہی نام تاریخی بھی ہے، مولانا رحمت اللہ صاحب استاذ وقت علامہ محمد فاروق چڑیاں کوٹی کو صدر المدرسین بنا کر غازی پور لیگئے، مولانا رحمت اللہ نے 1305 ھجری میں رحلت کی، ان کے داماد مولانا عبد الاحد صاحب شمشاد فرنگی محلی متوفی 1335 ھجری مدرسہ چشمہ رحمت کے منتظم ہوئے، علامہ محمد فاروق چریا کوٹی خانقاہ کبریہ کے مدرسہ سہسرام میں جانے کے بعد ان کی جگہ خالی ہوئی، 1307 ھجری میں مولانا شمشاد فرنگی محل، دار العلم فرنگی محلی سے فخر العارفین کو بلا کر لے گئے۔ مدرسہ چشمہ رحمت میں ان کی تدریسی مہارت و عبارت کی دھوم ہوگئی۔

چھ برس دوماہ کے بعد جنوری 1895ء/ 1312 ھجری کو مستعفی ہوئے، اسی درمیان چارماہ کی رخصت لیکر حج وزیارت کا سفر کیا، مکتہ المکرمہ میں شیخ العرب والعجم حاجی محمدامداداللہ شاہ چشتی صابری متوفی 1317 ھجری کے مشہور درس مثنوی میں شرکت کی، حاجی صاحب سے استدعا کی کہ مجھے صابریہ نظامیہ سلسلے کی بہت آرزو ہے، حاجی صاحب نے فوراً فرمایا ہم نے اجازت دی، فخرالعارفین فرماتے کہ حضرت حاجی امداداللہ صاحب قدس سرہ بہت بزرگ تھے جو طریقہ سلف صالحین کا تھا، وہی ان کا مسلک تھا، حضرت نبی کریم ﷺ تک اس سلسلہ کے تمام پیران طریقت، سب کے سب نور ہی نور تھے، یہ بھی فرمایا کہ دوآدمی ہماری سمجھ میں آئے، ایک ہوگلی کے شاہ محب اللہ دوسرے حاجی صاحب اگرہمیں والدصاحب قبلہ کازمانہ نہ ملا ہوتااورہم مرید نہ ہوئے ہوتے، توان دونوں میں سے کسی بزرگ کے مرید ہوجاتے، حضرت فخرالعارفین نے ان کے مسلک کابیان صحیح لکھا، شمائم امدادیہ میں حضرت حاجی صاحب کابیان موجود ہے۔انہوں نے فرمایاشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی طریقہ متوسط پر چلتے تھے، ہم انہیں کے طریقہ پر چلتے ہیں، تذکرۃ الرشید میں بھی محدث دہلوی کا ذکرآیا، وہ حاجی صاحب کے بیان سے ہٹ کرہے، مولوی رشیداحمدصاحب سے ان کے شاگردومرید نے پوچھا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کوسبھی لوگ مانتے ہیں، بخلاف ان کے خاندان کے اورلوگوں کے مولوی (رشید) صاحب نے کہا، کہوں گا توتم کوبھی بری لگے گی اورمجھے بھی بری لگے گی۔

بات یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب بات لگا کر کہتے تھے، گول مول کہتے تھے، حضرت فخرالعارفین نے حضرت حاجی کو بہت بزرگ اور نور ہی نور لکھا مولوی صاحب اولین مریدوں اور خلیفوں میں تھے، اسی تذکرہ میں ہے کہ انہوں نے ایک مجلس میں کہا کہ جن لوگوں کی طبیعت وجدی ہوتی ہے، وہ اعلیٰ حضرت (حاجی امداد اللہ صاحب) کی خدمت میں جا کر مائل بہ بدعت ہوجاتا ہے، چلئے بدعت اور بدعتیوں کو چھوڑ ئے، فخرالعارفین حج وزیارت کے بعد غازی پور لوٹے طالب ارادت محمد حسین صاحب غازی پوری سے فرمایا،

میاں محمد حسین! آؤ اجازت ہے، اب ہم
مرید و تلقین اور حلقۂ سماع کرنے کی
اجازت عام لے کر آئے ہیں۔اب
جو مرید ہونا چاہے اسے مرید کرلیں گے"

فخرالعارفین فرماتے، ہماری بیعت قادریہ میں ہے، اور طلب ابوالعلائیہ چشتیہ شریف میں ہے، فخرالعارفین نے بیعت عام اور سماع عام کا سلسلہ شروع کیا، سماع کی مجلس، مدرسہ چشمہ رحمت کے وسیع احاطہ میں ہر جمعرات کو منعقد ہوتی، بڑا مجمع ہوتا، سات سات سو افراد شریک ہوتے، عوام متحیر ہوتے، کہتے کہ یہ سب بنگالہ کا جادو ہے، عوام کا خیال سن کر فخرالعارفین مسکرا کر چپ رہتے، اس موضوع پر محقق بیان، فخرالعارفین کے مرید و خلیفہ اعظم، شیخ الاسلام حق

آگاہ مولانا حکیم سید سکندر شاہ صاحب بنارسی کانپوری علیہ الرحمہ نے تفصیل سے سیرت فخر العارفین میں لکھا ہے، اس مقام پر حکیم صاحب کی معتبریت و مستندیت اور مقبولیت اور فخر العارفین کی بارگاہ میں مقبولیت کا بیان مختصر بھی ضروری ہے۔

شیخ الاسلام حکیم سید سکندر شاہ صاحب کی ولادت 1298 ھجری 1881 عیسوی میں بنارس میں ہوئی، 1314 ھجری 1897 عیسوی میں فخر العارفین بنارس گئے تو مرید ہوئے، 1899 عیسوی میں چاٹگام گئے، اس وقت اٹھارہ برس کی عمر تھی، خلافت سے سرفراز ہوئے، فخر العارفین نے فرمایا تمہاری عمر کم ہے، علم دین حاصل کرو، اس ہدایت پر استاذ العلماء مولانا محمد ہدایت اللہ خاں صاحب فاضل رام پوری کی خدمت میں مدرسہ حنفیہ جون پور گئے، اور مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری اور مولانا سید ہادی حسن صاحب گورکھپوری رشیدی اور استاذ العلماء سے پڑھا، تین برس بعد 29 شعبان 1326 ھجری کو استاذ العلماء کا وصال ہوگیا، حکیم صاحب اس کے بعد کانپور گئے، مشہور استاذ مولانا غلام یحیٰ ہزاروی کے درس میں باقی کتابیں تمام کی، اور انہیں سے دورۂ حدیث تمام کیا، مولانا ہزاروی نے 1322 ھجری میں صوبۂ بہار کے مشہور مدرسہ حنفیہ پٹنہ میں مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی (متوفی 1333 ھجری) سے دورۂ حدیث کیا، اس کے بعد شمس العلماء علامہ محمد عبد الحق فاروقی خیر آبادی (متوفی 1318 ھ) کے مخصوص تلمیذ سید العلماء، مولانا سید عبد العزیز انبیٹھوی چشتی صابری مرید و خلیفہ حضرت حاجی صاحب مہاجر مکی سے ''شرح اشارات مع المحاکمات'' کا درس لیا۔

ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ کے شمارہ رمضان 1322 ھجری میں یہ سب لکھا ہوا ہے۔

فخر العارفین نے حکیم سید سکندر شاہ صاحب کو خلیل اللہ شاہ لقب اور شیخ الاسلام بھی فرمایا، فخر العارفین نے فرمایا،

''صاحب حال بہت ہیں، سکندر شاہ صاحب
مقام ہیں، ان میں عاجزی و انکساری بہت ہے، وہ
میرے خلیفۂ اعظم ہیں''

حکیم صاحب نے بروز عید، جمعہ وقت صبح 1378 ھجری / دسویں اپریل 1951ء کو 77 برس کی عمر میں دار قدس کی راہ لی، بساطی قبرستان میں مدفون ہوئے۔

راقم الحروف نے حکیم سید سکندر شاہ صاحب قبلہ کو 67 برس پہلے قبلۂ جسم و جان، کعبہ دین و ایمان سیدی الوالد الماجد امین شریعت حضرت مولانا شاہ رفاقت حسین صاحب قبلہ قدس سرہ کے حجرۂ مدرسہ احسن المدارس نئی سڑک کانپور میں آتے دیکھا۔ یہ بھی دیکھا کہ سیدی الوالد قبلہ نے حکیم صاحب کو آتے دیکھا تو کھڑے ہو گئے حکیم صاحب کے ہمراہ ایک نوعمر لڑکا اور ایک آدمی تھا۔ نوعمر لڑکا کا نام ولی اللہ تھا اور وہ حافظ قرآن تھا، حکیم صاحب کو تکریم کے ساتھ بٹھانے کے بعد سیدی الوالد قبلہ گاہی نے تشریف کی غرض دریافت کی، حکیم صاحب نے فرمایا یہ میرے مرید کا لڑکا ہے، عربی پڑھنا چاہتا ہے، اس لئے لے کر آیا ہوں، اس کے بعد راقم الحروف نے حکیم صاحب کو بار بار دیکھا، ان کے مطب پر بارہا گیا، اور

خدمت میں بیٹھا، ان کا مطب، اسی محلہ نئی سڑک کی چھوٹی عید گاہ کے جانب غرب تھا، انھوں نے قبلہ گاہی والد ماجد کو اپنی کتابیں، بھجوائیں، ان ہی میں ''تنقید تقویۃ الایمان'' اور ''سیرت فخر العارفین'' بھی تھی، جنہیں راقم الحروف نے پڑھا، اس وقت یہ سطریں لکھ رہا ہوں، تو ان کی صورت کی نورانیت اور زیبائیت آنکھوں میں گھوم رہی ہے، متوسط قد، مائل بہ لمبائی چہرہ، نور افشاں، آنکھوں میں ایک خاص وصف، دبلا بدن، علم و حکمت و عرفان سے لدا ہوا، تحریر پختہ، حکیمانہ، خوشخط، اب ان کی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں، تو ان میں ان کے بیان و تحریر کا اسلوب بے حد متین، متوازن، زوائد سے پاک اور جراحت سے دور عمیق و دقیق پاتا ہوں لیکن ان میں کوئی اغلاق، اغراق و ابہام نہیں، موضوع پر ماہرانہ دسترس، بیان کی سادگی و صفائی سے ظاہر کہ وہ حکیم عارف تھے۔ ان کا اسلوب بھی حکیمانہ و عارفانہ ہے۔ حکیم صاحب نے موذئے ایمان اور خبیث باطن، امراض اور مریض کے علاج کیلئے اپنی دواؤں کا استعمال بھی سلف صالحین کے مقررہ اصول و قواعد پر کیا، خبث بیماری کو جڑ سے اکھیڑ دیا، حکیم سید سکندر شاہ صاحب اپنے شیخ فخر العارفین کے علوم و معارف کے خازن و امین و عارف و قاسم تھے، حکیم صاحب نے

تَحۡقِیۡقُ الۡاَضَابِیۡرِ فِیۡ سَمَاعِ الۡمَزَامِیۡر

کے مباحث کو سیرت فخر العارفین حصہ اول میں بڑی دیدہ وری اور جامعیت کے ساتھ لکھا ہے، راقم الحروف حکیم صاحب کی تحریر کو اس مقام پر نقل کرتا ہے۔

علمـاء کی جانب سے اس مسئلہ میں مخالفت کی گرم بازاری ہونے لگی، جوآپ نے اگرچہ طبع اقدس کو بحث ومباحثہ اوراس قسم کی چیزوں کی طرف قطعاً اعتنا نہ تھا،محض حضرات پیران عظام کے ادب واحترام کے خیال سے کہ دربارہ سمـاع،ان کا مسلک،بالکل مطابق شریعت ہے،اوران کے مسلک سمـاع کوحرام قرار دینا،ان پرمخالف شرع شریف کابہتان باندھنا،ان کی کمال بے ادبی کامرتکب ہونا ہے،چنانچہ آپ نے عربی میں (عربی میں اس لئے کہ علمی بحث ہے، علماء ہی تک محدود رہے) ایک رسالہ

تَحۡقِیۡقُ الۡاَضَابِیۡرِ فِیۡ سَمَاعِ الۡمَزَامِیۡر

تحریر فرمایا،اس رسالہ میں آپ نے،سمـاع کی تعریف کے بعداول آیات قرآنی واحادیث نبوی اور آثار واقوال صحابہؓ وتابعین سے، جوازسمـاع پر استدلال کیاہے جواباحت سمـاع ومزامیر کے لئے قطعی دلائل ہیں،کہ خداترس اہل علم کومجال چوں وچراں نہیں ہوسکتی۔

اس کے بعد منکرین کے دلائل پر نقد وتبصرہ کیاہے، اوران آیات واحادیث اوراقوال آئمہ مجتہدین اورآرا،اہل فقہ پر روشنی ڈالی ہے، جومنکرین کا، مایہٴ استدلال ہیں،اورآفتاب نیم روز کی طرح دکھادیاہے،کہ جب کوئی ایک آیت قرآنی اورکوئی ایک ، صحیح حدیث نبویؐ بھی غرض صالحہؔ کے لئے ہونے والے، سمـاع ومزامیر کی حرمت پروارد نہیں اورجب خود آئمہ محدثین کا قطعی فیصلہ موجود

ہے کہ حرمت سماع پر، جن احادیثوں سے استدلال کیا جاتا ہے وہ سب مابعد اور وضعی چیزیں ہیں، ہرگز احادیث مصطفویہ نہیں ہیں اور جلیل القدر صحابہ اور تابعین کا آلات پر سماع، قطعی طور پر ثابت اور متحقق ہو چکا ہے، تو پھر اس مباح شرعی، کو حرام قرار دینا، حد سے گزر جانا اور شریعت الٰہیہ میں ایک طرح سے تصرف کرنا ہے، آخر میں آپ نے تمام تحقیق کا خلاصہ اور ایک قول فیصل تحریر فرمایا ہے، اور سماع کے اقسام اور درجے بتائے ہیں کہ کون سا سماع جائز اور مباح ہے، کون سا سماع مکروہ ہے اور کس سماع کے لئے یہ کہنا درست ہے کہ وہ قطعی حرام ہے۔

اسی طرح مسلک حضرات اولیاء اللہ کی تائید وتشریح میں آپ نے ایک ایسی آخری اور فیصلہ کن تحقیق قلم بند کر دی ہے کہ سماع کے مانعین ومجوزین، دونوں کے لئے، راہ اعتدال، حق وانصاف ظاہر ہوگئی، مسلک کے غلو اور تشدد، مجوزین کے تجاوز، اور بے راہ روی اور پابندی ہوا اور اقدام خلاف شریعت، سب کا سد باب ہوگیا۔اس رسالہ کے آخر میں حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم آسی رشیدی رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشیں خانقاہ رشیدیہ جونپور اور علامہ زماں مولانا محمد فاروق صاحب چریا کوٹی کی لاجواب تقریظیں بھی ہیں، رسالہ کی اشاعت کے زمانے کے منکروں کے قلوب پر ہیبت حق کا اور حضرت فخر العارفین کے علو ورفعت اور علمی تفوق کا ایسا سکہ جما کہ کہیں سے بھی اسکے جواب میں، صدائے خلاف، بلند نہ ہوئی۔

پہلے گزر چکا کہ فخرالعارفین حج وزیارت کے سفر سے آئے تو پرعزم لہجہ میں یہ بھی فرمایا کہ مجلس کی عام اجازت لے کر آئے ہیں، اب مجلس عام کریں گے، حضرت حاجی محمد امداد اللہ شاہ مہاجر صاحب سماع تھے، ان کے دور کے علمائے اخیار علامۂ زماں تھے، ان میں استاذ زمن مولانا شاہ احمد حسین فاضل کانپوری بھی تھے اور حضرت مولانا شاہ محمد حسین فاروقی الہ آبادی بھی شامل تھے، یہ دونوں حاجی صاحب قبلہ کے عاشق زار مریدوں میں تھے، عاشق زاروں میں مولوی شیخ اشرف علی فاروقی تھانوی بھی تھے، مولوی رشید احمد صاحب کی گواہی ہے کہ مولوی شیخ اشرف علی صاحب کو حاجی صاحب سے حب مفرط تھی، حضرت کانپوری اور حضرت الہ آبادی اکثر حج کے ارادے سے مکہ المکرمہ جاتے تو برسوں اور مہینوں حاجی صاحب کی خانقاہ میں رہتے

ایک شخص نے اپنے یہاں مجلس سماع کا انعقاد کیا حاجی صاحب کو بلانے آیا ، مولانا الہ آبادی حاضر مجلس تھے ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ان کو لے جاؤ، یہ شیروں کی محفل ہے، یہ اس کے اہل ہیں، مولانا صاحب الہ آبادی معمول کے مطابق دارالخیر اجمیر مقدس جا کر عرس کی تقریبات میں شریک ہوتے، عرس کے بعد ایک معتبر کے یہاں سماع کی مجلس ہوئی مولانا صاحب الہ آبادی شریک محفل ہوئے قوال نے جب پڑھا۔

گفت قدوسی فقیرے در فناء در بقا

خود بخود آزادی بوئے خود گرفتار آمدی

مولانا صاحب اس کی تکرار کرتے ہوئے سجدے میں جھکے، زندگانی کے سب سجدے کر کے واصل بحق ہو گئے، اس واقعہ کی شہرت ہر جگہ پہونچی، مولوی شیخ اشرف علی صاحب کی مجلس میں بھی اس کا ذکر آیا، مولوی صاحب کی طبع سے جو بات نکلی، اس کو ''الافاضات الیومیہ'' کے محرر نے نقل کیا کہ

''سہارن پور میں ایک بڈھا تھا، وہ کوٹھے پر گیا اور عین حالت مشغولی میں مر گیا''

مولوی صاحب کے اس پراسرار حکیمانہ قول کو تو دیوبندی کاملین ہی اچھی طرح سمجھیں گے۔ ہم تو اس قول سے متنفر اور آزاد ہیں، سیرت فخر العارفین میں مولوی (تھانوی) صاحب کے متعلق جو باتیں منقول ہیں، ان سے فخر العارفین کی بھی آزردگی صاف ظاہر ہے، مولوی صاحب نے باکرہ سے نکاح کیا، لوگوں نے زبان کھولی تو آیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے گھر میں عائشہ آئی ہوئیں ہیں، علوم نبوی کی بات آئی، تو سبھی مجنوں، جملہ بہائم کی بات کہی، انہیں نہیں معلوم تھا، کہ بہائم پر علم کا اطلاق ہی نہیں ہوتا، حکیم الامت کے نسخوں میں اس قسم کی تمثیل کی بھرمار ہے،

سماع میں واصل بحق ہونے والے عالم ربانی، عارف حقانی مولانا الہ آبادی کے وصال کو اور اس کے کوائف کی حالت کو بڈھے زانی سے تمثیل کی، اور طوائف کے ساتھ کار حرام کو مماثل کہا اب کوئی کیا کہے؟ مولوی صاحب نے ایک موقع پر زور دے کر کہا تھا، کہ ''ہم بھی خبیث ہیں'' کسی کو کیا حق ہے کہ اس کو قبول نہ

کرے، فخر العـارفین کو بزرگان دین پر خلاف شرع کاالزام برداشت نہ ہوسکا۔
راقم الحروف کو مولانا الہ آبادی کے وصـال کے حال وکوائف، کوزانی وزانیہ سے
مثال دے کرحرام کارکہنا برداشت نہ ہوسکا، اور ہم نے بھی ان برے کے
اقوال ، طبعیت کی حقیقت کی نشاندھی کردی، حضرت فخر العـارفین
نے 1313 ھجری میں تحقیق الاضابیر عربی میں لکھی، سواسوبرس کے بعد، فیاض
جہاں خانقاہ منعمیہ قمریہ پٹنہ کے فعال ومتحرک دیدہ ورسجادہ نشیں مولانا سید شاہ شمیم
الدین احمد منعمی حفظہ اللہ تعالیٰ، نے خانقـاہ شریف میں قائم جامعہ منعمیہ کے
مدرسین سے اس کا ترجمہ کرا کر آخر نظر خود ڈالی اور میری درخواست پر کتابت شدہ
کتاب بھی فقیر نے مکمل پڑھی، بامعان نظر پڑھی، استاذ اعظـم علامہ شیخ عبدالغنی
بن اسماعیل نابلسی متوفی 1113 ھجری کی دوسو تنتیس 233 تصانیف میں ایضا
ح الدلالات بھی ہے۔

ہمارے عہد کے مجمع البحرین مولانا احمـد رضا فاضل بریلوی کے بلند پایہ
مجموعۂ فتاوی میں شیخ نابلسی کے رسـالہ ایضاح الدلالات پر اعتماد کیا ہے، اس کی
عبارتیں بھی نقل کی ہیں، خانوادۂ دار العلم والعمل کو بھی فرنگی محل کے جید عالم وصوفی
اور نادر بزرگ مولانا شاہ محمد عبدالباری رحمتہ اللہ علیہ متوفی 1344 ھجری
1926 عیسوی کی سواسو تصانیف میں احقاق السماع بھی محقق کتاب ہے، یہ
حضرت مولانا عبدالباقی فرنگی محلی مدنی کے واسطے سے فخر العارفین کے تلمذوں میں

ہیں، اس مبحث پر خانوادۂ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نامور عالم، فقیہ، محدث مولانا ابوالخیر محمد سالم بن شیخ سلام اللہ بن شیخ الاسلام شیخ محمد حقی دہلوی کا بھی رسالہ کشف القناع دربیان سماع ہے، مآل سب کا متشددین کے تشدد کو روکنا اور مجوزین کو تجاوز سے باز رکھنا ہے،

آخر میں فقیر جناب سجادہ نشیں کو مبارک باد دیتا ہے کہ رب العزۃ جل شانہ ان کو اور ان کے دائم کو سلامت با کرامت رکھے آمین بجاہ حبیبہ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فقیر محمود احمد غفرلہ
27 ذی الحجہ 1438 ہجری
جاروب کش
خانقاہ رفاقتی اسلام آباد بھوانی پور مظفر پور

وجہ تالیف
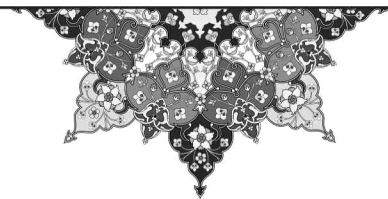
تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ایمان و اسلام کی ہمیں ہدایت بخشی اور خاص وعام کے لئے حق کا سننا لازم فرمایا اور صلوۃ وسلام ہو سیدنا محمد پر جنہوں نے حلال وحرام کو اچھی طرح واضح فرمادیا اور ان کے نیک وبزرگ آل واصحاب پر۔

اما بعد! فقیرِ رحمتِ ربِ قدیر محمد عبد الحیٔ اسلام آبادی (ابن شیخ الاسلام شمس الفقہا تاج اولیاء الزمان مولانا ومرشدنا مخلص الرحمن ادخله الی دار الجنان) جو مذہبا حنفی ہے اور طریقتا قادری ہے اور مشربا ابو العلائی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے جملہ گناہوں سے عفو درگذر فرمائے، عرض ہے کہ جب میں ہندوستان کے مختلف شہروں سے گذر کر اپنے شہر آیا تو خود کو علم کی طرف منسوب کرنے والے اس زمانے کے جہلاء کے اس فتوے پر نظر پڑی جو ترویج قلب کے لئے آلات (ساز) کے ساتھ موسیقی سننے والوں کی تکفیر پر مشتمل تھا، بلکہ ان میں سے بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ جس نے جائز سمجھتے ہوئے ڈھول ومزامیر وغیرہ کے ساتھ حالت ذکر ووجد میں کسی حرام شئی کے ملائے بغیر (جن کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا) موسیقی سماعت کرلی تو وہ بھی کافر ہوجائے گا۔

اس قول کے قائل کو میں جانتا ہوں نہ تو اسے منقول ومعقول میں دسترس ہے اور نہ ہی دین کے اصول وفروع (مسائل) میں کامل مہارت ہے،

بس فروع کی کتابوں سے چند مسائل اور کتب فتاویٰ جیسے " قاضی خاں"، "عالمگیری"، " سراجیہ" اور علامہ ابن نجیم مصری کے "رسالۃ الصغائر والکبائر" کے ابواب الکفر سے چند الفاظ یاد کر کے ہر مقام و محفل میں ان کے ذریعہ فضول کلام کرتے رہتے ہیں اور جاہلوں کے درمیان ان کے حوالے سے تفاخرانہ لہجہ اختیار کرتے رہتے ہیں اور جب کوئی انہیں ان کی غلطی پر مطلع کرتا ہے تو ہٹ دھرمی اور عناد کی بنیاد پر اس سے جھگڑتے رہتے ہیں۔ یہ تمام تکفیری اقوال محض ان کے بدگمان اور فاسد نظریات کی وجہ سے ہیں، جو ان کے نزدیک عین علم اور اصل یقین ہیں۔

کیا ہی خوب کہا ہے کسی شاعر نے ؎

اذا ساء فعل المرء ساءت ظنونہ
وصدق ما یعتادہ من توھم

(جب انسان کا عمل برا ہو جائے تو اس کا گمان بھی برا ہو جاتا ہے اور جس وہم اور گمان کو اس نے اپنی عادت بنا رکھا ہے اسے ہی سچ سمجھتا ہے)

ان سے ایسی غلطی اس لئے سرزد ہوئی کہ انہوں نے مسائل سماع کو مطلق گردانا اور اس کے قیود سے ناواقف رہے اور یہ گمان کر لیا کہ وہ خود جس موقف پر ہیں وہی حق ہے، وہی شریعت ہے اور وہی کتب شرعیہ کے موافق ہے۔ حالانکہ شریعت کی کتابیں ان کے موقف وفہم سے بری و پاک ہیں، اور جو کچھ انہوں نے سمجھ لیا ہے، انھیں میں سے ایک دوسرے کی تقلید کرتے ہیں۔ اور

یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں، جبکہ وہ شریعت پر بہتان تراشی کی وجہ سے من جانب اللہ برے انجام کے مستحق ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بغض وعداوت جو کہ اب عوام الناس کے درمیان پائی جارہی ہے، اس کا سبب صرف ان نام نہاد، جاہل فقہا کی فتویٰ بازی ہے جس کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے کی باتوں پر نکیر کرتے ہیں، اور فتنہ برپا کرتے ہیں۔

ہائے افسوس اس زمانے پر، جس میں فقہاء اپنی بات امتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر مسلط کرنے لگے ہیں جسے باری تعالیٰ کے ارشادِ پاک، ''کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ،، سے تائید وتوثیق حاصل ہے اور یہ قبیح عادت حب دنیا اور غرور وفریب کے سبب سے ہے جو ان کے دلوں میں جاگزیں ہے چنانچہ وہ اپنے وہم اور بدگمانی کی بنیاد پر شرع میں موہوم منکرات پر نکیر کرتے ہیں اور اس کے خلاف مسائل صحیحہ سے استدلال پیش کرتے ہیں۔ ان کے اکثر مسائل اور ان کے استدلال بے نتائج اور باطل ہیں۔ کیونکہ ان کی بنیاد فضول اوہام وتخیلات پر ہے۔ دلائل تو برحق ہیں جب ان سے وہی امور مراد لئے جائیں جو ان سے حاصل ہونے والے ہیں (اس کے برخلاف نہیں)

مجھ سے میرے بعض دوست واحباب اور بھائیوں نے درخواست کی کہ ''مسئلہ سماع'' پر کچھ لکھ دوں اگر چہ مجھ سے پہلے کئی معز زعلمائے کرام اور ائمہ عظام نے اس موضوع پر مفید ومعتبر کتابیں تصنیف فرمادی ہیں یا اس کے بارے میں اپنی کتابوں اور متعدد رسائل میں مفید ونادر ابواب باندھے ہیں وہ سب کے سب مریضوں کو شفا بخشنے والے اور تشنہ لبوں کو سیراب کرنے والے ہیں، مگر جاہلوں کو ان سرچشموں کی کوئی خبر نہیں ہے کیوں کہ وہ فقہ الاحکام کی تحقیق سے اور اہل علم

حضرات کی کتابوں تک رسائی سے عاجز ہیں۔ چنانچہ یہ رسالہ میں نے رقم کیا اور اس کا نام " تحقیق الاضابیر فی سماع المزامیر" رکھا۔ اللہ رب العزت عزوجل سے دعا ہے کہ اس مسئلہ کی تحقیق میں میری مدد فرمائے اور ان تمام مسائل دینیہ میں میری دستگیری فرمائے، جن میں اس کی رضا مندی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی میرے لیے کافی ہے اور بہترین کارساز ہے۔

آغاز مقصود سے پیشتر میں لفظ "سماع" کی تحقیق پیش کروں گا پھر اس کے بارے میں مختلف مذاہب (آرا) کو بیان کروں گا اور اس کے بعد اس کی اباحت (جواز) پر نصوص (قرآن واحادیث) اور علماء وصلحاء کے اقوال اور افعال کی روشنی میں دلائل پیش کروں گا۔ اس کے بعد ان باتوں کا جواب دوں گا جن کے ذریعہ سماع کے منکرین، تحریم سماع پر استدلال کرتے ہیں۔ اور جب منکرین کے دلائل کا جواب مکمل ہو جائے گا تو وہی مطلوب کے اثبات میں کافی ہو جائے گا اس لئے کہ جب اس پر کوئی نص نہ ہو اور منصوص پر قیاس درست نہ ہو تو تحریم سماع کا قول (خود بخود) باطل ہو جائے گا اور وہ ایک ایسا عمل ہو جائے گا جس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسے کہ جملہ مباحات۔ لیکن میں جواز کی دلیل کو بھی ذکر کروں گا تا کہ اس سے وہ شک وشبہ دور ہو جائے جو منکرین سماع کے اقوال سے پیدا ہوا ہے۔ جواز کی لیل کو اس لئے بھی بیان کروں گا تا کہ اپنے دوست و احباب اور متعلقین کو دینی احکام کے سلسلہ میں جاہل معاندین کی حرکتوں سے بچا سکوں۔
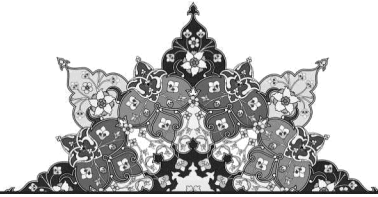
☆ لفظ سماع کی تحقیق

☆ سماع کے حرام وحلال ہونے میں مختلف مذاہب کا بیان

☆ سماع کے جواز پر آیات قرآنیہ سے استدلال

☆ سماع کے جواز پر احادیث سے استدلال

☆ ایک اشکال کا جواب
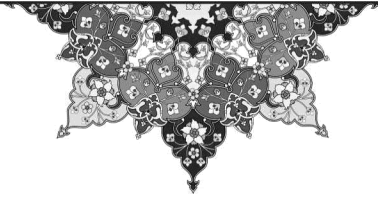
لفظ سماع کی تحقیق

علامہ فہامہ شیخ عبد الغنی نابلسی حنفی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)
"ایضاح الدلالات فی سماع الآلات" (جو اس رسالہ کا اہم ماخذ ہے)
میں فرماتے ہیں کہ :

"محققین کی اصطلاح میں "سماع" ایک ایسا عام لفظ ہے جو شامل ہے اس غناء (گانا) کے سننے کو جو زہدیات و غزلیات سے ہو، نغمہ (ترنم) کے ذریعہ ہو یا اس کے بغیر، آلات موسیقی کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر۔ صرف آلات کا سننا بھی سماع میں شامل ہے۔ آلات کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے خواہ وہ دف و مزامیر ہوں یا صنوج۔ دف، گھنگرو کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر، دف بجانا نغمات و غزلیات کے تابع ہو اور اسکے ساتھ رقص و وجد بھی ہو یا نہ ہو، خواہ یہ اہتمام کسی شادی میں ہو یا ولیمہ میں، روز عید ہو یا کسی کے استقبال میں، ذکر و تہلیل اور نبی و آلِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام پیش کرنے کا ذریعہ ہو، یا ایسا نہ ہو (کسی اور طریقے پر ہو) انسان گھر میں تنہا ہو یا مسجد میں، اہلِ علم و مصلحین کی جماعت میں ہو یا ان کے

علاوہ ، اچانک بغیر قصد وارادہ کے ہو ، یا قصدوارادہ کے بعد ہو، لوگوں کو جمع کر کے اور تعین اوقات کے ساتھ ہو یا غیر موقت و معین ہو، مردو خواتین دونوں کیلئے ہو یا صرف مردوں کے لیے ہو یا صرف عورتوں کے لئے ہو ۔ان تمام احوال وصورتوں کو سماع کا نام دیا جاتا ہے اور جب مطلقاً سماع بولا جائے تو اس سے یہی صورتیں مراد ہوتی ہیں"۔

(ایضاح الدلالات فی سماع الاٰلات للشیخ عبدالغنی النابلسی ص ۷٦)

سماع کے حرام وحلال ہونے میں مختلف مذاہب کا بیان

بعض فقہاء کہتے ہیں کہ سماع مطلقاً حرام ہے اور بعض مطلقاً تحریم مزامیر کے قائل ہیں اور بعض تفصیل وتقسیم کے بعد حلال ہونے کے قائل ہیں (جس کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا انشاء اللہ عزوجل) اور یہی آخری موقف حضرات ائمہ اربعہ اور دیگر مجتہدین فقہاء کا ہے جیسا کہ دلیل اباحت کے بیان میں اس کا تذکرہ ہوگا انشاء اللہ۔ پھر اختلاف، تقسیم سماع میں ہے (یعنی اس بارے میں کہ سماع کی کونسی قسم کا کیا حکم ہے؟) چنانچہ ''حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ'' اور ''امام شافعیؒ'' کے نزدیک سماع کی چار قسمیں ہیں۔ احیاء العلوم مصنفہ امام غزالیؒ میں ہے:

''سماع کبھی محض حرام ہوتا ہے۔ کبھی مباح ہوتا ہے،
کبھی مکروہ ہوتا ہے، اور کبھی مستحب ہوتا ہے''

(احیاء علوم الدین ومعہ تخریج الحافظ العراقی ۳۰۳/۳)

علامہ نابلسی نے اپنی مشہور ومعروف کتاب '' ایضاح الدلالات فی سماع الآلات'' میں اس کی تین قسمیں بیان کی ہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''سماع کی تین قسمیں ہیں ان میں سے ایک حرام ہے،
دوسرا مباح (جائز) ہے اور تیسرا مندوب (مستحب) ہے۔''

(ص ۴۲)

محدث جلیل فقیہ نبیل شیخ سلام اللہ ابن شیخ الاسلام حنفی کا بھی اسی کی طرف رجحان ہے۔ جیسا کہ ان کے رسالہ ''کشف القناع عن اباحة السماع'' سے ظاہر ہوتا ہے، اگر کما حقہ غور کیا جائے تو دونوں تقسیموں کا ایک ہی نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔

سماع کے جواز پر آیاتِ قرآنیہ سے استدلال

سماع کو جائز کہنے والوں نے متعدد دلائل سے استدلال کیا ہے ان میں سے ایک اللہ رب العزت کا قول

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ

(سورۃ الاعراف:۱۵۷)

اس آیت کریمہ سے وجہ استدلال یہ ہے کہ ''الطیبات'' جمع ہے جو الف لامِ استغراق سے مزین ہے لہٰذا یہ ہر طیب کو شامل ہے۔ اور لفظ طیب کا اطلاق ہر لذیذ و پر لطف چیز پر ہوتا ہے، جب کوئی قرینہ موجود نہ ہو تو اکثر و بیشتر ذہن میں

اس لفظ سے وہی مفہوم ومعنی آتا ہے۔اس طرح پاک اورحلال چیزوں کوبھی طیب کہاجاتا ہے ۔اور صیغۂ عام کا ضابطہ ہے کہ وہ عام کے افراد میں سے ہر ہر فردکو شامل ہو، چنانچہ یہ صیغۂ عموم تینوں معانی (لذیذ، پاک اورحلال) کے افراد کو شامل ہوگااور ہم نے اگر عام کو اس کے بعض افراد پر منحصر کر دیا تو متبادر الی الفہم مراد ہوگا(یعنی لذیذ) ۔جوظاہر ہے۔

علامہ ابن عبدالسلام نے "دلائل الاحکام" میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ آیت کریمہ میں طیبات سے مراد مستلذات یعنی پرلذت و پر لطف چیزیں ہیں۔

قائلین جواز کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہم ہرلہو (کھیل تماشہ) کو اس کے لہو ہونے کی وجہ سے حرام قرار دیں تو دنیا کی تمام چیزیں حرام ہو جائیں گی۔ قرآن مجید میں ہے۔

إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ

(سورۃ محمد:36)

دوسرا قول "امام غزالی" کا ہے جو "احیاء العلوم" میں ہے۔آپ نے فرمایا کہ:

نص بتا رہی ہے کہ اچھی آواز کا سننا جائز ہے۔اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر خصوصی احسان و کرم ہے، کیونکہ اس نے فرمایا ؂

يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ

(سورہ فاطر:ایت:۱)

یعنی وہ اپنے مرضی کے مطابق تخلیق میں اضافہ فرماتا ہے، کہا گیا ہے کہ اس آیت سے "الصوت الحسن" یعنی اچھی آواز مراد ہے، اور حدیث شریف میں ہے۔

"مابعث اللہ نبیا الا حسن الصوت"

(العلل للدار القطنی ۱۲/۱۳۵)

(اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اچھی آواز کے ساتھ مبعوث فرمایا)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"للہ اشد اذنا للرجل الحسن الصوت بالقرآن من صاحب القینۃ الی قینتہ"

(سنن البیہقی الکبری باب تحسین الصوت بالقرآن والذکر ۱۰/۲۳۰)

یعنی اللہ تعالیٰ، خوش الحانی کے ساتھ قرآن پڑھنے والے کو اس شخص سے بھی کہیں زیادہ غور سے سنتا ہے، جو گانے والیوں کے گانے کو بغور سنتا ہے۔

حدیث پاک میں "حضرت داؤد علیہ السلام" کی مدح یوں ہے:

"انہ کان حسن الصوت فی النیاحۃ علی نفسہ و فی تلاوۃ الزبور حتی کان یجتمع الانس والجن والوحش والطیر لسماع صوتہ۔ وکان یحمل من مجلسہ اربع مائۃ جنازۃ و مایقرب منھا فی الاوقات"

یعنی : داؤد علیہ السلام کی آواز تلاوت زبور کے ساتھ گریہ وزاری کے وقت بھی سحر انگیز ہوتی تھی، یہی وجہ ہے کہ ان کی آواز کو سننے کیلئے انس و جن اور چرند و پرند سب جمع ہو جایا کرتے تھے اور ان کی مجلس سے بسا اوقات ایک وقت میں چارسو کے قریب جنازے اٹھائے جاتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا :

"لقد اعطی مزمارا من مزامیر آل داؤد"

(آل داؤد کے الحان میں سے ایک لحن ان کو عطا کیا گیا)

اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ

(سورۃ لقمان ایت ۱۹)

(سب سے ناپسندیدہ آواز گدھے کی آواز ہے)

آیت کریمہ کا مفہوم اچھی آواز کی مدح پر دلالت کر رہا ہے اگر یہ کہا جائے کہ اچھی آواز سننے کی اباحت اس شرط کے ساتھ ہے کہ قرآن کی تلاوت میں ہو تو لازم آئے گا کہ بلبل کی آواز کا سننا حرام ٹھہرے، کیوں کہ وہ قرآن میں سے نہیں ہے۔ اور

جب لایعنی آواز کا سننا جائز ہوا، تو کیا وجہ ہے کہ اس آواز کا سننا نا جائز رہے جس سے حکمت و صحیح معانی سمجھے جاتے ہوں۔

(احیاء علوم الدین، باب، کتاب تلاوۃ القران ۲۷۱/۲)

پرلطف اچھی آواز میں نغمہ انسانی، نغمہ بلبل و مزامیر سب شامل ہیں۔

سماع کے جواز پر احادیث سے استدلال

سماع کے جائز ہونے کی دلیلوں میں بخاری شریف کی وہ حدیث پاک بھی ہے جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔

"عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت دخل عَلَیَّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعندی جاریتان تغنیان بغناء بعاث فاضطجع علی الفراش وحول وجھہ، ودخل ابوبکر رضی اللہ عنہ فانتھرنی وقال مزمارۃ الشیطان عندالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال دعھما فلما غفل غمزتھما خرجتا۔"

(صحیح البخاری ۲۰/۲)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو اس وقت دو لڑکیاں جنگ بعاث کے اشعار گا رہی تھیں۔ آپ ﷺ بستر پر لیٹ گئے اور رخ انور کو دوسری طرف پھیر لیا، اسی درمیان حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے انہوں نے مجھے ڈانٹ کر فرمایا یہ شیطانی ساز، نبی کریم ﷺ کے پاس کیسے ہے؟ آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ان دونوں کو گانے دو، پھر جب آپ ﷺ کی نیند گہری ہوگئی تو میں نے ان دونوں کو اشارہ کیا اور وہ دونوں چلی گئیں۔

اور بخاری شریف میں یہ بھی الفاظ ہیں:

یا ابابکر لکل قوم عید وھذا عیدنا

(اے ابو بکرؓ ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے)

(صحیح البخاری ۲/۲۱)

اسی کتاب میں ایام منیٰ کے ذکر میں ۲۳ ویں باب کے بعد حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

"ان ابابکر دخل علیھا وعندھا جاریتان تدففان وتضربان والنبی صلی اللہ علیہ وسلم متغش بثوبه فانتھرھما ابوبکر فکشف النبی

صلی اللہ علیہ وسلم عن وجہہ فقال
دعھما یا ابابکر فانہا ایام عید وتلك الایام
ایام منی۔" (صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی ۲۹/۲)

ترجمہ: حضرت ابو بکرؓ ان (عائشہؓ) کے پاس آئے تو اس
وقت دو باندیاں ان کے پاس دف بجا رہیں تھیں اور تھال
پیٹ رہی تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چہرہ انور کو ڈھانپ کر
آرام فرما رہے تھے حضرت ابو بکرؓ نے ان دونوں کو ڈانٹا
تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چہرہ انور سے چادر ہٹا یا اور فرمایا "
اے ابو بکرؓ ان دونوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو کیوں کہ یہ
عید کے دن ہیں" اور یہ ایام منیٰ کے ایام تھے۔

اسی قبیل کی احادیث مسلم شریف میں بھی موجود ہیں، بخاری شریف میں بعاث کا جو تذکرہ ہے تو یوم بعاث وہ دن ہیں جس میں اوس وخزرج کے سردار قتل کئے گئے تھے۔ بخاری شریف کی دونوں روایتوں میں تھوڑا سا اختلاف ہے (کہ ایک میں حضرت عائشہؓ کو ڈانٹنے کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں گانے والیوں کو ڈانٹنے کا ذکر ہے) دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ان سب کو ڈانٹا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس لئے کہ وہ اس فعل پر خاموش تھیں، اور دونوں باندیوں کو اس لئے کہ وہ دونوں یہ فعل انجام

دے رہی تھیں ۔ظاہر حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے باندیوں کے گانے بجانے اور ڈھول پیٹنے کو باطل وغلط کھیل تصور کیا اور یہ کہ وہ زہد وورع کے خلاف ہے خاص طور سے ایسی پاک ذات کے سامنے جوزہد وورع کے منبع وسرچشمہ ہیں اور جن کا دل ہمیشہ تعلق مع اللہ میں رہتا ہے لیکن آپ ﷺ نے اشارہ فرمادیا کہ ان جیسے خوشیوں کے دنوں میں آپ کا یہ گمان برمحل نہیں ہے ۔اسی طرح کی ایک حدیث وہ ہے جسے امام احمد اور امام بخاری نے روایت کیا ہے ۔

" عن عائشة رضی اللہ عنها انها زفت امرأة الیٰ رجل من الانصار فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم ما کان معکم من لهو فان الانصار یعجبهم اللهو ۔" (صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی ۲۸/۷)

(حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک عورت کی کسی انصاری سے شادی کر کے اس کو رخصت کیا تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی گانے والی نہیں تھی جو اس کے ساتھ گاتی ہوئی جاتی کیونکہ انصار کو گانے بہت پسند ہیں)

(مذکورہ بالا حدیث میں لھو کا ترجمہ " گانے والی" کیا گیا ہے اس لئے صحیح ابن حبان میں صراحت کے ساتھ " گیت" کا ذکر ہے ۔حدیث درج ذیل ہے:

عن عائشــة رضی اللہ عنهــا قالت: كانــت فی حجـری جاریــة من الانصــار فزوجتهــا قالــت :فدخل علی رسول اللہ صـلی اللہ علیـه وسـلم یوم عرسها فلم یسـمع غنـاء ولعبـا فقـال: یا عائشة هل غنیتم علیهـا او لا تغنـون علیهـا، ثــم قــال :ان هــذا الحــی من الانصـار یحبـون الغناء۔ (صحیح ابن حبان ۱۵۸/۱۳)

(حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میری پرورش میں انصار کی ایک لڑکی تھی، میں نے اس کی شادی کر دی، رسول اللہ ﷺ اس کی شادی کے دن تشریف لائے تو آپ ﷺ نے گیت نہیں سنا اور نہ کوئی کھیل دیکھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تم لوگوں نے اس کی شادی میں گانا نہیں گایا، پھر فرمایا کہ یہ انصار کا قبیلہ گانے کو پسند کرتا ہے)

اسی طرح ایک حدیث وہ ہے جسے ''امام طحاوی نے روایت کیا ہے۔

عن معاذ رضی اللہ عنہ شهد رسول اللہ صلی اللہ علیه و اله وسـلم مِـلاك شـا ب من الا نصـار فلما زوجـوه قــال علی الا لفــة والــطیر المیمــون والسـعة فی الـرزق بارك اللہ لكـم دففـوا علیٰ راس صاحبكم۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ انصار کے ایک نوجوان کی شادی میں تشریف لائے۔ جب شادی ہوگئی تو آپ ﷺ نے دعافرمائی کہ الفت ومحبت، نیک شگون اور رزق میں وسعت وکشادگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے نوشہ کے سامنے ڈھول بجاؤ۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی، باب انتھاب ماینثر علی القوم ۵۰/۳)

اسی طرح ایک حدیث وہ ہے جو" امام نسائی "اور" امام حاکم" نے روایت کیا ہے اور" حاکم" نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

عن عامر بن سعد قال دخلت علی قرظة بن کعب وابی مسعود الانصاری فی عرس واذا جوار یغنین فقلت ای صاحبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واھل بدر یفعل ھذا عندکم فقالا اجلس ان شئت فاسمع معنا وان شئت فاذھب فانہ قد رخص لنا فی اللھو عند العرس۔

(سنن النسائی کتاب النکاح، باب اللھو والغناء عند العرس ۱۱۸/۱۱)

("عامر بن سعد" روایت کرتے ہیں کہ میں ایک شادی میں" قرظہ بن کعب" اور" ابومسعود انصاری" کے یہاں گیا تو دیکھا کہ باندیاں گارہی ہیں میں نے کہا کہ اے اصحابِ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بدروالو! تمہارے یہاں یہ فعل کیا جارہا ہے؟ تو ان دونوں نے کہا اگر چاہو تو بیٹھو اور ہمارے ساتھ سنو اور چاہو تو جاسکتے ہو کیونکہ شادی کے وقت ہمارے لئے لہو (تفریح) میں رخصت دی گئی ہے۔)

''کشف القناع'' میں ہے کہ عید اور شادی جیسے مسرت کے ایام میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غناء سننے اور اس پر آپ کی تقریر کے بارے میں یہ مذکورہ صحیح روایات اس شخص کے لئے جو سننے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے غناء کی اباحت کا فائدہ دیتی ہیں اور جب یہ شریعت کی تصریحات سے ہے کہ عید وشادی کے ایام میں حرام کی حلت نہیں ہوتی تو اس کا مطلقا مباح ہونا یقینی ہوگیا۔

ایک اشکال کا جواب

اگر تمہارے دل میں یہ اشکال پیدا ہو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت ابوبکرؓ سے یہ فرمانا کہ ان کو چھوڑ دو یہ عید کے ایام ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اباحت ان ہی ایام میں ہے (یعنی دوسرے ایام میں حرمت ہے)۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت ابوبکر سے ان دونوں کو چھوڑ دینے کے بارے میں فرمانا اس لئے تھا کہ وہ عید کے دن تھے، لہذا یہ روایت اس کے مباح نہ ہونے کا افادہ کررہی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ترک ممانعت یعنی حلت کی یہ علت اس کو

قرار دینا کہ وہ ایام عید تھے، یہ علت ایام عید کے علاوہ دوسرے ایام میں حرمت کا تقاضہ نہیں کرتی۔ ممکن ہے اس کا خاص طور سے اس لئے ذکر کیا ہو کہ ان ایام میں ان کی اباحت زیادہ ہو اگرچہ ان ایام کے علاوہ میں بھی جواز ہو سکتا ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جب ایک شخص سے کہا جائے کہ فلاں بچہ کو مت مارو کیوں کہ وہ یتیم ہے تو اس کا یہ قول غیر یتیم بچہ کو مارنے کے جواز پر دلالت نہیں کرتا۔

صاحب البحر نے فرمایا ہے کہ اکثر و بیشتر علماء کا قول ہے کہ وقت نکاح کے علاوہ اوقات میں جو لہو و لعب حرام قرار دیئے جاتے ہیں، وہ نکاح کے وقت میں بھی عموم نہی کی وجہ سے حرام قرار پاتے ہیں۔

''ابراہیم نخعی'' اور ان کے علاوہ فقہا نے مزمار کو دف پر قیاس کیا ہے، اور ابو العباس، ابوحنیفہ (امام اعظم) اور ان کے اصحاب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حدیث کی وجہ سے دف بجانے کو مباح فرمایا ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اضربوا علیہ بالدفوف''

(مکمل حدیث یہ ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلنوا ھذا النکاح واجعلوہ فی المساجد واضربوا علیہ بالدفوف

(نیل الاوطار، باب الدف واللھو فی النکاح ٦/٢٤٠)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نکاح کا اعلان کرو، نکاح مساجد میں کرو اور اس کے لئے دف بجاؤ)

ان تمام مذکورہ احادیث مبارکہ سے لازمی طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر ہم غناو مزامیر وغیرہ کے مطلقا حرام ہونے کا قول اختیار کریں تو (معاذ اللہ) یہ لازم آئے گا کہ حضور ﷺ نے حرام فعل کیا، یا حرام کام کا حکم فرمایا، یا حرام فعل پر راضی رہے، اور جس کسی نے بھی اپنے نبی کے بارے میں ایسا گمان کیا تو وہ کافر ہوگیا۔ اس موضوع سے متعلق بہت سی حدیثیں، صحاح اور ان کے علاوہ دوسری کتابوں میں موجود ہیں، ان میں کچھ ضعف ہونے کی وجہ سے ہم نے ان کو یہاں ذکر نہیں کیا۔ اب ہم بعض وہ اخبار و روایات کو پیش کریں گے جو سماع کے مطلقا جائز ہونے پر دلالت کررہی ہیں۔

ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جس کو "دارقطنی" نے "ابن عباس رضی اللہ عنہ" سے روایت کیا ہے۔

"ان النبی صلی اللہ علیہ و اٰلہ وسلم مرّ بحسّان ابن ثابت و جلس اصحاب النبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ساکتین وجاریۃ یقال لھا شیرین معھا مزمارۃ تختلف ما بین القوم وھی تغنین فلما مرّ النبی صلی اللہ علیہ و اٰلہ وسلم لم یأمرھم ولم ینھھم فانتھیٰ الیھا و تقول ھل علیّ ویحکم ان لھوت من حرج فضحك رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

الٰه وسلم و قال لا حرج ان شاء الله تعالیٰ۔"

(حضورا کرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم حسان بن ثابت کے پاس سے گزرے، اس وقت آپ کے اصحاب خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور ایک گانے والی تھی جن کا نام شیرین تھا اس کے پاس ایک مزمار تھا۔ اور وہ قوم کے سامنے گا رہی تھی کہ حضور کا گزر ہوا تو آپ نے انھیں ایسا کرنے کا نہ حکم دیا، اور نہ ہی اس سے منع فرمایا، جب آپ اس کے پاس پہنچے تو وہ کہنے لگی کیا مجھے کچھ حرج ہے اگر لہو غنا میں مشغول رہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور فرمایا کوئی حرج کی بات نہیں انشاء اللہ)

ایک حدیث وہ ہے جس کو" امام نسائی" نے بیان کیا کہ" عبداللہ بن رواحہ" سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"حرك بالقوم فاندفع یرتجز"

(نیل الاوطار، باب ضرب النساء بالدف ۱۸۰/۸)

(قوم میں جوش وولولہ پیدا کر)

تو عبداللہ بن رواحہ رجزیہ اشعار کے ذریعہ قوم کے اندر جوش وولولہ پیدا کرنے لگے۔

ایک حدیث وہ ہے جس کو امام طبرانی نے معجم الکبیر میں اور امام نسائی نے اپنی سنن میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

"ان امرأة جاءت الی رسـول الله ﷺ فقال یا عائشة أتعرفین هذه قالـت لا یا نـبی الله ﷺ

فقال هذه مغنية بني فلان تحبين ان تغنيك قالت نعم فغنها"

(سنن النسائی، باب اطلاق الرجل لزوجته استماع الغناء ۳۱۰/۵)

(ایک عورت حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: اے عائشہ تم اسے جانتی ہو تو انہوں نے عرض کیا کہ نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ فلاں قبیلہ کی مغنیہ (گانے والی) ہے، کیا تم چاہتی ہو کہ یہ گائے تو حضرت عائشہ نے کہا ہاں، تو اس نے گانا سنایا)

اس سلسلہ کی ایک حدیث وہ ہے جس کی تخریج ''امام احمد'' اور ''امام ترمذی'' نے کی ہے ''امام ترمذی'' نے اسے صحیح قرار دیا ہے، ''امام ابن حبان'' اور ''امام بیہقی'' نے بھی بریدہ سے اور ابوداؤ نے عبداللہ بن عمر سے، اور امام فاکھانی نے ''تاریخ مکہ'' میں سند صحیح کے ساتھ بروایت حضرت عائشہ اس کی تخریج کی ہے اور سب کے الفاظ تقریباً ملتے جلتے ہیں۔ مندرجہ ذیل صرف حضرت بریدہ کے الفاظ نقل کئے جا رہے ہیں:

''قال خرج رسول الله ﷺ في بعض مغازيه فلما انصرف جاءت جارية سوداء فقالت يارسول الله اني كنت نذرت ان ردك الله صالحا ان اضرب بين يديك بالدف و اتغني

قال لھا ان کنت نذرت فاضربی و الا فلا "

(ترمذی شریف ۲۶۰/۵)

(حضور ﷺ ایک جنگ میں تشریف لے گئے، جب وہاں سے لوٹے تو ایک حبشی لڑکی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ، آپ ﷺ کو سلامتی کے ساتھ لے آئے گا تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی اور آپ کے لئے گاؤں گی ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو نے ایسی نذر مانی ہے تو دف بجا ورنہ رہنے دے)

اور ابوداؤد میں ہے: "اوفی بنذرك" یعنی اپنی نذر پوری کرلے۔

ایک روایت وہ ہے جس کی تخریج امام بیہقی نے کی ہے :

" عن المطلب بن عبد اللہ ان رسول اللہ ﷺ قال الھوا و العبوا فانی اکرہ ان اری فی دینکم غلظۃ"

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی تحریم الملاعب والملاھی ۴۸۵/۸)

(مطلب سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ نے فرمایا: (کبھی کبھی) کھیلو اور کودو (یعنی تفریح کیا کرو)، کیوں کہ میں تمہارے دین میں تنگی وسختی کو ناپسند کرتا ہوں)

علامہ ابن حجر مکی نے بھی اس کو "کف الرعاع" میں نقل کیا ہے ۔ان احادیث مبارکہ سے مطلقا دف بجانے اور گانے کے جائز ہونے کا علم ہوتا ہے ۔اس لیے کہ تقریر اور امر کا کم سے کم درجہ مباح ہونا یا مندوب ہونا ہے ۔اور اس لیے کہ نذر ماننا امام اعظم کے بقول مباح امر کو اپنے اوپر واجب کرنا ہے اور جمہور کے نزدیک قربت کو لازم کرنا ہے معصیت کو لازم کرنا نہیں کیونکہ حدیث پاک میں ہے:

"لانذر فی المعصیة"

(سنن الترمذی، باب ان لا نذر فی معصیة ۱۰۳/۴)

اس حدیث کی تخریج اصحاب سنن نے بروایت حضرت عائشہ کی ہے ۔
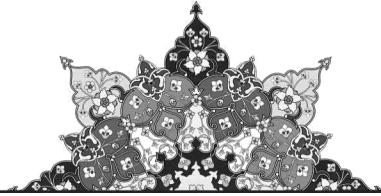
☆ صحابہ وتابعین سے سماع کا ثبوت

☆ امام اعظمؒ کے ایک پڑوسی کا واقعہ

☆ امام ابو یوسفؒ ہارون رشید کی محفل میں غنا سنتے اور روتے

☆ امام شافعیؒ کے نزدیک غنا اصلاً حرام نہیں

☆ احکام شرع میں خواہشات سے گفتگو دعوی ربوبیت کے مترادف ہے
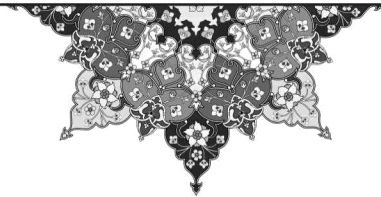
صحابہ وتابعین سے سماع کا ثبوت

اباحت کے دلائل میں سے ایک روایت وہ ہے جس کو قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے سماع کے سلسلہ میں اپنے فارسی رسالہ میں نقل کیا ہے :

حضرت عمر بن خطاب ؓ نے ایک راستے سے گزرتے ہوئے مزامیر کی آواز سنی تو فرمایا کہ یہ کیا ہے تو ان سے کہا گیا ’’ لھو الختان ‘‘ یعنی ختنہ کے موقع سے منعقد کیا گیا کھیل تماشہ ہے تو آپ خاموش رہے اور منع نہیں فرمایا،

ایک دلیل وہ ہے جس کو استاد ابو منصور بغدادی نے سماع پر اپنی تالیف میں نقل کیا ہے :

حضرت عبد اللہ بن جعفر، غناء کو برا نہیں جانتے تھے اور اپنی باندیوں کے لئے الحان تیار کرتے تھے اور ان سے اوتار (تانت) پر غنا سنتے تھے اور یہ معاملہ امیر المومینین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے کا ہے۔

ایک دلیل وہ ہے جسے امام الحرمین اور ابن ابی الدم نے ثقہ مورخین سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

عبد اللہ بن زبیر کی چند سارنگی بجانے والی باندیاں تھیں۔ عبد اللہ بن عمر جب آپ کے پاس آئے تو آپ کے پہلو میں ایک سارنگی دیکھی تو سوال کیا اے صاحب رسول ﷺ یہ کیا ہے؟ عبد اللہ بن زبیر ؓ نے وہ سارنگی حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ کے ہاتھ میں دیدی۔ انہوں نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد فرمایا یہ تو میزان شامی ہے۔ عبد اللہ بن زبیر نے فرمایا اس سے عقلیں وزن کی جاتی ہیں۔

ایک دلیل وہ ہے جسے ابوعمر اندلسی نے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن جعفر کے یہاں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ان کے یہاں ایک باندی ہے جس کی گود میں سارنگی ہے تو عبداللہ بن جعفر نے عبداللہ بن عمر سے کہا کہ آپ کی نظر میں اس میں کوئی حرج ہے؟ تو عبداللہ بن عمر نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔

ایک دلیل وہ ہے جسے امام ماوردی نے معاویہؓ اور عمرو بن عاصؓ سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں نے عبداللہ بن جعفر کے پاس سارنگی سنی۔

ایک دلیل وہ روایت ہے جسے ابو الفرج الاصبہانی نے محرز بن جعفر تک اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے، کہ زید بن ثابت نے اپنے لڑکے کا ختنہ کیا اور کھانے کی دعوت دی، ان کے یہاں مہاجرین وانصار اور اہل مدینہ میں سے بہت سے لوگ شریک ہوئے۔ تھوڑے انتظار کے بعد حضرت حسان بھی تشریف لائے اس وقت ان کی بینائی جا چکی تھی، تو ان کے سامنے دستر خوان بچھایا گیا جس پر حضرت حسانؓ اور ان کے فرزند عبدالرحمٰن کے علاوہ کوئی اور نہ تھا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ کے لیے مسند لائی گئی، اور پھر آپ کے سامنے "عزة الميلاء" آئی اس کی گود میں سارنگی رکھی گئی، جسے بجا کر اس نے گانا شروع کیا سب سے پہلا شعر جس سے اس نے آغاز کیا وہ حضرت حسان کا یہ شعر تھا۔

فلازال قصر بين بصرى وجلق

عليه من الوسمى جود ووابل

(مقام بصری اور جلق کے درمیان کے محلات اب تک باقی ہیں، ان پر جود وسخاوت کے نشانات بھی پائے جاتے ہیں)

یہ سن کر حسان بن ثابت پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو کر ان کے رخسار پر بہنے لگے جبکہ وہ اسے غور سے سن رہے تھے (کتاب الاغانی 168/17)

یہاں احادیث اور صحابہ کے آثار سے جو کچھ بیان ہوا وہ میری معلومات کا ایک مختصر حصہ ہے اور ''المزھر'' کا معنیٰ اہل لغت کے نزدیک عود (سارنگی) کے ہیں اور ان کے بعد تابعین میں سعید بن مسیب کی مثال کافی ہے جو زہد و ورع میں ضرب المثل، اویس قرنی کے بعد سب سے افضل تابعی اور فقہاء سبعہ میں سے ایک ہیں، انھوں نے موسیقی سنی اور اس سے لطف اندوز ہوئے۔

ادفوی اور ابن قتیبہ نے ذکر کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز اپنی خلافت سے پہلے اپنی باندیوں سے سماع سنا کرتے اور کبھی کبھی فرط لطف سے اپنے ہاتھ پٹخنے لگتے، فرش پر خوب لوٹ جاتے اور اپنے پاؤں مارتے۔ امام مالک فرماتے ہیں: جلالت شان، علو مرتبت اور اثر انگیز شخصیت کی وجہ سے عمر بن عبدالعزیزؓ کے علاوہ کسی تابعی کا قول حجت نہیں ہے۔

قاضی ابومنصور البغدادی نے یہ نقل کیا ہے کہ قاضی شریح، الحان تیار کرتے تھے اور اپنی جلالت شان علمی اور شخصیت کی بلندی کے باوجود "قیان" (گانے والیوں) سے اسے سنتے تھے۔

ابن سمعانی نے طاؤس سے سماع سننے کی رخصت نقل کی ہے اور ابن قتیبہ اور صاحب الامتاع نے قاضی مدینہ سعد بن ابراھیم بن عبدالرحمٰن الزھری سے یہی رخصت نقل کی ہے۔ اور یہی رخصت ابو یعلی خلیلی نے بھی "الارشاد" میں عبدالعزیز بن سلمہ سے نقل کی ہے، جو کہ مفتی مدینہ تھے، ایسا ہی شہاب الدین الحدیدی کے رسالہ میں ہے جسے سماع کے موضوع پر انھوں نے تصنیف کیا ہے اور ایسا ہی نیل الاوطار میں بھی ہے۔

صاحب العمدہ نے فرمایا ہے کہ غناء اور اس کا سننا صحابہ وتابعین کی ایک جماعت سے منقول ہے۔

چنانچہ حضرات صحابہ میں سے

حضرت عمرؓ ہیں جیسا کہ ابن عبدالبر نے روایت کی ہے،

حضرت عثمانؓ ہیں جیسا کہ ماوردی، صاحب البیان اور رافعی نے نقل کیا ہے،

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ہیں ابن ابی شیبہ کی روایت ہے،

حضرت ابوعبیدہ الجراح ہیں جیسا کہ امام بیہقی نے تخریج کی ہے،

حضرت سعد ابن ابی وقاص ہیں ابن قتیبہ کی تخریج کے مطابق،

حضرت ابومسعود انصاری ہیں امام بیہقی کی تخریج کے مطابق،

حضرت بلال، عبد اللہ بن الارقم اور اسامۃ بن زید ہیں جیسا کہ امام بیہقی نے اس کی بھی تخریج کی ہے اور حضرت حمزہ ہیں، جیسا کہ صحیح میں ہے۔

حضرت ابن عمر ہیں ابن طاہر کی تخریج کے مطابق

حضرت براء بن مالک ہیں ابونعیم کے مطابق

حضرت عبد اللہ بن جعفر ہیں ابن عبد البر کے مطابق،

حضرت عبد اللہ بن زبیر ہیں، ابوطالب مکی کی نقل کے مطابق،

حضرت حسان بن ثابت ہیں ابوالفرج الاصفہانی کی روایت کے مطابق

حضرت عبد اللہ بن عمرو ہیں زبیر بن بکار کے مطابق

حضرت قرظہ بن کعب ہیں ابن قتیبہ کی روایت کے مطابق

حضرت خوات بن جبیر، رباح بن المعترف ہیں، صاحب الاغانی کے مطابق،

حضرت مغیرہ بن شعبہ ہیں ابوطالب مکی کی روایت کے مطابق

حضرت عمر بن عاص ہیں الماوردی کے مطابق
حضرت عائشہ اور حضرت ربیع ہیں جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔

اور تابعین میں سے سعید ابن مسیب، سالم بن عمرو بن حسان، خارجہ بن زید، قاضی شریح، سعید ابن جبیر، عامر شبعی، عبداللہ بن ابی عتیق، عطا بن ابی رباح، محمد بن شہاب زہری،
عمر بن عبدالعزیز اور سعد بن ابراہیم الزہری وغیرہم ہیں۔

اور جو تبع تابعین میں سے ہیں ان کی تعداد نا قابل شمار ہے جن میں سے قابل ذکر ائمہ اربعہ، ابن عیینہ، اور جمہور شوافع ہیں، اس کا تفصیلی بیان حدیدی کے رسالہ میں بھی ہے۔

قائلین جواز کا یہ کہنا ہے کہ نہ تو کتاب اللہ میں، نہ ہی سنت رسول اللہ میں اور نہ ان دونوں سے مستنبط قیاس و استدلال میں ایسی کوئی چیز ہے جو کسی ساز کے ساتھ موزوں پاکیزہ اصوات کے سننے کو حرام قرار دیتی ہو۔ جیسا کہ نیل الاوطار میں ہے۔

صاحب التذکرہ نے نقل کیا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ اور ابوعبداللہ سفیان ثوری سے غناء سے متعلق سوال ہوا تو دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ

یہ نہ تو کبائر میں سے ہے اور نہ ہی صغائر میں۔

امام اعظمؒ کے ایک پڑوسی کا واقعہ

"الایضاح" میں ہے :

ابن قتیبہ وغیرہ نے امام اعظمؒ کے متعلق بیان کیا ہے کہ ان کا ایک پڑوسی تھا اور وہ ہر رات گایا کرتا تھا اور یہ شعر پڑھتا تھا:

اضاعونی وای فتی اضاعوا
لیوم کریھۃ وسداد ثغر

(ان لوگوں نے مجھے ضائع کر دیا کیا ہی اچھے نوجوان کو انہوں نے ضائع کر دیا جو جنگ کے دن میں اور سرحد کی نگہبانی میں کام آتا)

امام ابوحنیفہ اسے سنتے تھے۔ایک روز اس کی آواز نہیں آئی تو اس کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ رات میں کہیں پایا گیا اس لیے امیر عیسیٰ کے قید خانے میں قید کر لیا گیا، آپ نے عمامہ زیب سر کیا اور امیر کے پاس گئے اور اس کے متعلق گفتگو کی، امیر نے کہا کہ میں اس کا نام نہیں جانتا تو امام اعظم نے فرمایا کہ اس کا نام عمرو ہے تو امیر نے

کہا کہ ہر اس شخص کو آزاد کر دو جس کا نام عمرو ہے چنانچہ وہ
شخص آزاد کر دیا گیا، جب وہ باہر نکلا تو اس سے امام اعظم
نے کہا کہ اے جوان کیا میں نے تم کو ضائع کر دیا تو اس نے
کہا کہ نہیں، بلکہ آپ نے تو مجھے محفوظ کر دیا۔

(ایضاح الدلالات فی سماع الآلات ص:57)

یہ حکایت اس امر کو شامل ہے کہ آپ غناء سنا کرتے تھے اور اس سے روکا نہیں تو یہ عمل آپ کے نزدیک غناء کی اباحت پر دلالت کر رہا ہے کیونکہ زہد و ورع کے باوجود ہر رات اس کو سننا اباحت ہی پر دلالت کرتا ہے۔امام اعظمؒ کا وہ قول جو اس کے خلاف منقول ہے اس کو اس غناء پر محمول کیا جائے گا جس میں فحش چیزیں شامل ہوں تاکہ ان کے قول وعمل میں تضاد ختم ہو جائے۔

امام ابو یوسفؒ ہارون رشید کی محفل میں غنا سنتے اور روتے

''کشف'' کی روایت میں ہے :

کبھی ایسا ہوتا تھا کہ امام ابو یوسف، ہارون رشید کی مجلس میں شریک ہوتے تھے اور اس وقت اس محفل میں غنا ہوتا تھا تو آپ اس کو سنتے تھے اور روتے تھے ۔ان کے سامنے غناء کے مسئلہ کا ذکر ہوا تو آپ نے اول سے آخر تک امام اعظمؒ کے پڑوسی کا قصہ بیان کیا، اور اس قصہ کے متعلق آپ نے مزید فرمایا: امام اعظمؒ نے اپنے پڑوسی سے فرمایا کہ

''ہر رات جو کرتے تھے ویسا ہی کرو''

رویانی نے قفال سے نقل کیا ہے کہ امام مالک بن انس کو آلات غناء کے ساتھ غناء کی اباحت معلوم ہوئی ہے ۔قاضی بدرالدین عینی نے ''عمدۃالقاری'' میں لکھا ہے کہ امام مالک نے فرمایا ہے کہ ولیمہ کے موقع سے دف اور کَبَر میں کوئی حرج نہیں ہے۔

کَبَر کاف اور با کے فتح کے ساتھ جب بولا جائے تو اس کا معنی ہوتا ہے وہ ڈھول جو دونوں طرف سے بجایا جاتا ہے۔

امام قسطلانیؒ نے فرمایا:

''حدیث سے نکاح میں دف بجانے کا جواز ثابت ہے۔''

امام شافعی نے کہا ہے کہ

''یراع (بانسری) اور دف ولیمہ اور ختنہ وغیرہ میں جائز ہے۔ اگرچہ اس میں جلاجل ہو۔''

حجۃ الاسلام امام غزالی نے احیاء العلوم کے باب الاول میں فرمایا ہے کہ

قاضی ابوطیب طبری نے امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ، حضرت سفیان اور علماء کی ایک جماعت سے ایسے الفاظ نقل کئے ہیں جن کے ذریعہ اس بات پر استدلال کیا جاتا ہے کہ انہوں نے سماع کو حرام قرار دیا ہے۔

(احیاء علوم الدین ۲/۲۳۷)

امام شافعیؒ کے نزدیک غنا اصلاً حرام نہیں

اور دلیل اباحت کے اخیر میں یہ فرمایا ہے کہ :

''رہی بات امام شافعی کی ، تو ان کے مذہب میں اصلا غناء حرام نہیں ہے ۔امام شافعیؒ نے صراحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ جو شخص اسے پیشہ کے طور پر اختیار کرتا ہے تو اس کی شہادت جائز نہیں ہے ۔اور یہ اس لیے کہ یہ ایک ناپسندیدہ کھیل ہے جو باطل کے مشابہ ہے اور جو اسے پیشہ بنائے وہ سفاہت وعدم مروت کی جانب منسوب کیا جائے گا، مگر یہ حرام نہیں کہلائے گا۔لہذا ان کا اس عمل کو لہو کہنا تو صحیح ہے مگر صرف لہو ہونے کی بنیاد پر حرام نہ ہوگا، چناچہ حبشیوں کا کھیلنا اور رقص کرنا بھی لہو تھا جبکہ سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے اسے ملاحظہ فرمایا اور ناپسند نہیں فرمایا۔

ان کا قول ''یشبہ الباطل'' (یعنی وہ باطل کے مشابہ ہے) یہ بھی اس کے حرام ہونے کے اعتقاد پر دلالت نہیں کررہا ہے بلکہ اگر وہ صراحتا بھی ''ھو باطل'' کہہ دیتے تب بھی تحریم پہ دلالت نہ ہوگی یہ صرف اس پر دلالت ہوگی کہ یہ فائدہ سے خالی ہے اس لیے کہ باطل وہ ہے جس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ان کے قول ''مکروہ'' کی جہاں تک بات ہے تو یہ بھی

ما قبل میں ذکر کردہ توضیح کے مطابق ہوگی۔(یعنی کم از کم حرام نہ ہوگا) یا مکروہ تنزیہی ہوگا۔اور اس پر مواظبت کی وجہ سے شہادت کا رد کر دینا بھی اس کی تحریم پہ دلالت نہیں کرتا کیوں کہ بازار میں کھلے عام کھانے پینے سے بھی شہادت مردود ہوتی ہے (جبکہ یہ عمل حرام نہیں کہلاتا) اور مروت سے محروم ہونے کی علت اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ اس سے مراد کراہت تنزیہی ہے۔اور یہی رائے ان کے علاوہ علماء کبار کی بھی ہے اور اگر علماء کرام نے حرمت مراد لی ہے تو پھر ہم نے جن دلائل کا ذکر کیا وہ سب ان کے خلاف حجت ہیں''

اوپر قاضی ابو طیب نے امام شافعی ، امام ابو حنیفہ ، امام مالک اور دیگر ائمہ کرام سے تحریم کی روایت نقل کی ہے جبکہ ائمہ کرام کے خود اپنے اقوال اور افعال غنا کی حلت پر واضح ہیں جیسا کہ ذکر ہوا،اس سے واضح ہوگیا کہ قاضی ابوطیب کی روایت میں ضعف ہے یا پھر یہ محتاج تاویل ہے،اس لیے کہ قاضی ابوطیب کی روایت ائمہ کرام کے اقوال وافعالِ صریحہ کے مخالف ہے جیسا کہ ما قبل میں بیان ہو چکا ہے۔

احیاء العلوم کے علاوہ دوسری کتابوں میں بھی فرمایا کہ امام شافعیؒ کے مذہب کے مطابق غناء حرام نہیں ہے اور متعدد کتابوں میں کافی جستجو کے بعد بھی اس کے حرام ہونے کی صراحت میں نے کہیں نہیں دیکھی ، اور میں نے ان کی کتابیں الام اور الرسالہ کا مطالعہ کیا اور ان کے اصحاب میں سے

متقدمین ،متوسطین اور متاخرین کی تصانیف کا مطالعہ بھی کیا مگر کسی نے بھی امام شافعیؒ سے غناء کی حرمت کا قول نقل نہیں کیا ہے ۔ یہ رسالہ حدیدی میں ہے ۔

صاحب کشف ، اور علامہ نابلسی نے ایضاح میں تحریر فرمایا ہے ۔ امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق صحیح روایت سے ثابت ہے کہ انھوں نے اپنے بیٹے صالح کے یہاں غناء کو سنا۔ نیل الاوطار میں ایسا ہی ہے ۔

علامہ فاکہانی نے فرمایا کہ

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں کسی ایسی حدیث کو میں نہیں جانتا ہوں جو صحیح ہو اور ملاہی (غناء وغیرہ) کی حرمت پر صریح بھی ہو، جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ عمومات وظواہر ہیں قطعی دلائل نہیں ہیں ۔

احکام شرع میں خواہشات سے گفتگو دعوی ربوبیت کے مترادف ہے

مجھ سے میرے شہر کے خاص وعام افراد اکثر مزامیر کے ساتھ سماع کے بارے میں پوچھا کرتے تھے تو میں انھیں محققین کے اقوال میں سے جو میرے نزدیک راجح ہوتا، اس کے مطابق تفصیلی جواب دیا کرتا تھا تو کچھ لوگ

میرے جواب کو پسند کرتے اور کچھ لوگ نا پسند کرتے اور ناراض ہو جاتے اور چاہتے کہ میں اسے مطلق حرام قرار دے دوں اور سماع کے سننے والوں پر کفر کا فتویٰ دے دوں، جیسا کہ اس مسئلہ پر آج بھی اس زمانہ کے جہلاء میں سے اہل علم میں شمار ہونے والے افراد ہیں اور میرا بھی یہ مزاج ہے کہ مقام تفصیل میں اجمالی بیان سے بچتا ہوں، احکام الٰہی میں اللہ سے خوف رکھتے ہوئے کسی مسلمان کی تکفیر سے دور رہتا ہوں اس لیے کہ تکفیر کا بیان بہت بڑا بیان ہے جس میں آزمائش بھی ہے، افتراق و مخالفت بھی ہے، طبیعت و آراء کا اختلاف بھی ہے اور دلائل و مسائل کا تعارض و تناقض بھی ہے، اور اس معاملے میں لوگ بھی تین طبقے میں بٹے ہوئے ہیں اور یہی حال تحریم و تحلیل کے باب کا ہے لہذا ایسے میں اپنی خواہشات سے گفتگو کرنا دعویٰ ربوبیت کے مترادف ہے۔

مجھے معلوم ہوا کہ بعض جاہل اشخاص میرے متعلق کہتے ہیں کہ میں اپنے موقف میں بلا کسی تحقیق کے اپنے والد کے نقش قدم پر ہوں (جو ان کے زعم کے مطابق غلط موقف ہے) حقیقت یہ ہے کہ اگر اللہ عزوجل مجھے علم و عمل، مجاہدات، مشاہدات و مکاشفات میں اپنے والد کے نقش قدم پر چلنے والا بنا دے تو مجھے دینی و دنیوی فلاح و کامیابی حاصل ہو جائے۔
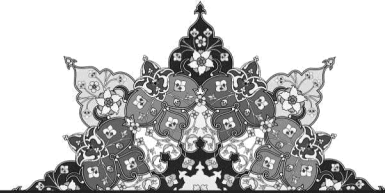
☆ والد ماجد

(حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مخلص الرحمٰن قادری منعمی ابوالعلائی)

☆ فقہا کی دو قسم

☆ لہو مباح جائز ہے

☆ آلۂ لہو/ساز بذاتہ حرام نہیں ہے

☆ مسائل کی حلت و حرمت میں نیت کا بھی اعتبار ہے
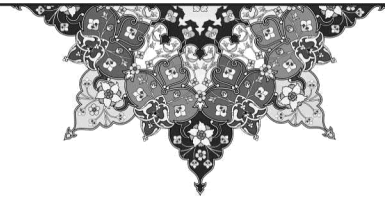
والد ماجد

میرے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت وہ شخصیت تھی جو مشہور زمانہ مشائخ اور بزرگ و برتر عارفین صوفیا میں سے شمار کی جاتی ہے۔ وہ عظیم مقربین اولیاء کرام میں سے تھے، واضح کرامات، خرق عادت وافعال، بلند و بالا مقامات، عمدہ احوال، روشن حقائق، معارف جلیلہ، اشارات لطیفہ، بلند ہمت اور نورانی بیانات والے تھے۔ وہ ان نفوس قدسیہ میں سے تھے جنھیں اللہ پاک نے خرق عادت جیسے اوصاف عالیہ سے متصف کیا، اولوالعزم شخصیات کے دلوں کو ان کی جانب مائل کیا، ان کے ہاتھوں پر عجیب وغریب افعال کو ظاہر فرمایا، عامۃ الناس کے دلوں کو ان کی جانب جھکایا، ان کے سینوں میں آپ کی ہیبت و عظمت و بزرگی ڈال دی آپ کو حجت اور قدوہ بنایا، فتاویٰ دینیہ کے اجرا اور احکام شرعیہ کے بیان میں کامل دسترس اور کرامتی شان کے حامل تھے۔ وہ علماء، زہاد اور محققین کے اہم ستون تھے، ریاضت و مجاہدات اور سلوک و کرامات میں آپ نے ایسا مقام رفیع پالیا تھا، جس کے راستے پر بہت سے مشائخ کا چلنا ہی دشوار اور متعذر رہا کرتا ہے۔

آپ کے معاصر مشائخ وعلما آپ کی بے حد تعظیم اور قدر کرتے تھے آپ کی عبقریت و بادشاہت کے معترف تھے۔ عامۃ الناس مریدین کی تربیت آپ ہی سے وابستہ تھی، نیز عوام و خواص کا ایک بڑا طبقہ آپ کے حضور حاضر رہ کر

آپ کی گفتگو سے نہ صرف نفع اندوز ہوتا بلکہ آپ کی صحبت کے فیض سے عالم ہو جایا کرتے تھے، معاصر علما کی ایک بڑی جماعت نے مختلف علوم وفنون میں آپ کی بارگاہ میں زانو نے تلمذ تہ کیا (اللہ آپ پر اور تمام علماء کرام پر اپنے خصوصی فضل وکرم کی بارش برسائے آپ کی اور ان کی محبت ہمارے دلوں میں جاگزیں فرمائے۔ آمین)

فقہا کی دو قسم

یقینا علم فقہ ایک مقدس علم ہے، اللہ عزوجل اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی مدح فرمائی ہے (جس کی بنیاد پر فقہا کی عظمت دو بالا ہو جاتی ہے) لیکن فقہاء کی بھی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم میں وہ ہیں جو نہ صرف دین کے اصول وفروع کو جانتے ہیں بلکہ اصول دین اور فروع دین کے مشروع وغیر مشروع ہونے کے سلسلہ میں ان کی تفصیل وتقسیم کا بھی ادراک رکھتے ہیں۔

دوسری قسم فقہا کی وہ ہے جو ان مذکورہ اوصاف سے متصف ہونے سے قاصر ہیں، یہ صرف مذاہب اربعہ کے اختلاف کے مطابق کتب فروع سے

مسائل کو نقل کر دیتے ہیں۔انھیں اس بات کا فہم نہیں ہوتا کہ واضعین کے ذہنوں میں ان مسائل سے متعلق کیا نظریات و رجحانات تھے۔نہ وہ ان مسائل کے بناء کی معرفت رکھتے ہیں اور نہ ہی مطلق کو مقید کرنے کا علم۔یہ علم و معرفت تو صاحب علم و بصیرت کو ہوا کرتی ہے۔وہ تو حاطب اللیل (رات میں لکڑی چننے والا جس کو یہ نہیں معلوم کہ اس کے ہاتھ میں لکڑی آرہی ہے یا سانپ) کی طرح ہوتے ہیں راہ میں جو پایا اٹھالیا وہ نہیں جانتے کہ متقدمین ومتاخرین فقہا و مصنفین نے کن اصول و قیود اور شرائط وحدود پر اپنی کتابوں میں مذکورہ مسائل کی بنیاد رکھی ہے۔ ان کی یہ عادت رہی ہے کہ بسا اوقات ان شرائط و قیود کی تصریح سے گریز کرتے ہیں، اس لئے کہ ان کو طالب فقہ کے فہم پر اعتماد ہوتا ہے، اور کم علم لوگوں کے دعوی سے اپنے علم کی حفاظت کرتے ہیں۔لہذا وہ عبارات کو مطلقا بغیر قیود کے بیان کر دیتے ہیں، جبکہ ان کی مراد مقید ہوتی ہے جو ان کے اصطلاح کے ذریعہ سمجھ لی جاتی ہے، اسی مذکورہ بات کی طرف علامہ شیخ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی نے اپنے رسالہ "الخیر الباقی فی جواز الوضوء من الفساقی" میں اشارہ کیا ہے۔ان کی عبارت کے آخر میں ہے:

> تحقیقی طور پر مسائل کے فہم کے لیے دو اصلوں کی معرفت ضروری ہے، ان میں سے ایک فقہاء کے اس طرز عمل کو جاننا کہ وہ اکثر و بیشتر کسی مقید مسئلہ کو مطلق بیان

کر دیتے ہیں جس کو سلیم الطبع، زیرک و دانا اور اصول و فروع کا ماہر سمجھ لیتا ہے۔اور فقہاء کرام ان قیود سے اس لئے سکوت اختیار کرتے ہیں کیوں کہ ان کو ماہر طالب علم کے فہم کی صحت پر مکمل اعتماد ہوتا ہے۔

اور دوسرا اصول اس امر کو جاننا ہے کہ بعض مسائل اجتہادی وقیاسی ہوتے ہیں جس کے حکم کو اس وقت تک کامل طور پر نہیں جانا جاسکتا جب تک کہ حکم جس علت پر مبنی ہے اور جس سے متفرع ہے، اس کی معرفت نہ ہو جائے۔ ورنہ طالب فقہ پر مسائل مشتبہ ہو جائیں گے اور علت و بنیاد کی عدم معرفت کی وجہ سے طالب علم کا ذہن حیران ہو جائے گا۔ مذکورہ امور میں جو سستی سے کام لے گا غلطی و خطا میں الجھ جائے گا۔ (علامہ ابن نجیم کا کلام یہاں ختم ہوا)

اس پر غور کر لینا چاہئے کہ مذاہب اربعہ سے متعلق فقہی کتابوں میں جو مسائل ہیں، ان میں حلت وحرمت کا فتویٰ دینے کے لئے مفتی پر کیا واجب ہے؟ (یعنی اس کی علت وسبب معلوم ہونا ضروری ہے)۔ یہ علامہ نابلسی کے قول کا خلاصہ ہے

(ایضاح الدلالات فی سماع الالات ص:۵۔۶)

جب آپ اس سے واقف ہو گئے تو حلت وحرمت والے مسائل میں مطلق کو مقید پر محمول کرنے میں اور عام کو اس کے بعض افراد پر خاص کرنے میں آپ پر حق پوشیدہ نہیں رہے گا۔

"الایضاح" میں ہے:

اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر سماع کی تمام قسموں کی حرمت اس وقت ہے جب قطعی حرام چیزیں اس کے ساتھ مل جائیں تو ماننا پڑے گا کہ وہ تمام احادیث جن میں ساز وموسیقی اور آلات لھو ولعب کی حرمت کی صراحت موجود ہے ان پر عمل نہیں ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں بذات خود حرام نہیں ہیں بلکہ دیگر حرام چیزوں کے ان سے مل جانے کی وجہ سے یہ حرام ہوئی ہیں (جیسا کہ عنقریب اس کا ذکر آے گا) اور ان کا غیر معمول بہ ہونا سمجھ میں بھی آتا ہے تو ایسے وقت میں اس کا کیا فائدہ ہو گا؟ اور کیا شرع میں اس کی کوئی نظیر بھی ہے؟

اس کے جواب میں ہم (مصنفؒ) کہیں گے کہ وہ تمام احادیث جن میں آلات لہو وغیرہ کی صراحت ہے وہ ذکر ملاہی، قینات (گانے والیاں) خمو روفسوق پر مشتمل ہیں، تو حرمت سماع صرف اس وجہ سے ہوئی کہ اس سے

محرمات قطعیہ ملی ہوئی ہیں اور لہو وملاھی سے وہ محرمات مراد ہیں جو اس سے ملی ہوئی ہے اس لیے کہ شارع نے کہیں ان محرمات کی صراحت کی اور کہیں لہو وملاہی کے نام سے ان کے قبح کو بیان کیا ہے۔اور شرع میں اس کی نظیر موجود ہے جیسا کہ تفسیر بیضاوی میں ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ویحرم علیھم الخبائث" یعنی اللہ تعالی نے ان پر خبائث کو حرام فرمایا ہے جیسے کہ خون، خنزیر کا گوشت وغیرہ، اسی طرح سود اور رشوت وغیرہ۔

(تفسیر بیضاوی سورۃ الاعراف، ایت۱۵۷)

فرمان باری تعالیٰ "و یحرم علیھم الخبائث" میں الف اور لام عہد کے لئے ہیں جیسا کہ علماء اصول نے ذکر کیا ہے کہ یہی اصل ہے۔اور خبائث سے مراد وہ محرمات ہیں جن کی صراحت موجود ہے اور مکلفین کے نزدیک معروف ہیں تو یہ بطور تاکید کلام ہے۔اور اس کا نام خبائث رکھنا ان آلات کے نام ملاہی و معازف رکھنے کی نظیر ہے جو محرمات قطعیہ پر مشتمل ہوں جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے۔تو یہ صرف ان آلات کے اعتبار سے مطلق حرمت پر دلالت نہ ہوگی۔اور امر ونھی میں احکام شرعیہ کو غیر صریح

عبارت میں لانا شرع میں کثیر ہیں، جیسا کہ امام بیضاوی نے
قول باری تعالیٰ "ادعونی استجب لکم" کی تفسیر
کرتے ہوئے فرمایا "ای اعبدونی اثبکم"

(تفسیر بیضاوی سورۃ الغافر، ایت ۲۰)

یعنی تم میری عبادت کرو میں تمہیں ثواب عطا کروں گا، اور یہ تفسیر فرمان باری تعالیٰ "ان الذین یستکبرون عن عبادتی" کے قرینہ کی بنیاد پر کی (جو کہ اس کے بعد والی آیت ہے) اور عن عبادتی فرمایا عن دعائی نہیں فرمایا لہٰذا دعا اور استجابت، عبادت اور اس کے ثواب کے معنی میں ہیں یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ ذکر کیا جائے ملاہی معازف، اوتار اور مزامیر کو اور مراد اس سے ہو وہ چیزیں ہوں جو ان کے ساتھ شامل ہیں جیسے شراب، زنا اور فسوق اور اسی طرح کی دوسری چیزیں کیونکہ مطلق لہو جب ان اشیاء سے خالی ہو تو وہ حرام نہیں ہے بلکہ مباح ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر نے "کف الرعاع" میں فرمایا ہے۔

لہو مباح جائز ہے

لہو مباح کے سلسلے میں آپ ﷺ سے اجازت ثابت ہے، اور بعض حالتوں میں کمال کے بھی منافی نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

خیر لھو المؤمن السباحۃ وخیر لھو المرأۃ المغزل

(کنز العمال، باب اللہو المباح ۲۱۱/۱۵)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ مومن کا بہترین کھیل تیراکی ہے

اور عورت کا بہترین کھیل غزل ہے۔

مطلب بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الھوا والعبوا فانی اکرہ ان یری فی دینکم غلظۃ

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی تحریم الملاعب والملاھی ۴۸۵/۸)

(کھیلو کودو اس لیے کہ میں تمہارے دین میں سختی وشدت کو پسند نہیں کرتا ہوں)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ھل کان معکم لھو فان الانصار یحبون اللھو

(مستدرک للحاکم، کتاب النکاح ۲۰۰/۲)

کیا تمہارے پاس لہو تھا؟ (یعنی کوئی گانے والی تھی) کیونکہ

انصار گیت کو پسند کرتے ہیں۔ (یہاں لفظ ’’لھو‘‘ کا معنیٰ ’’گانے والی‘‘ اس حدیث کی بنیاد پر لکھا گیا جس کا ذکر پہلے آچکا۔)

مکمل الفاظ حدیث یہ ہیں:

عن عائشه رضی الله عنها قالت: نقلنا امرأة من الانصار الی زوجها فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم هل کان معکم لهو فان الانصار یحبون اللهو (مستدرک للحاکم ۲۰۰/۲)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم نے انصار کی ایک عورت کو اس کے شوہر کے پاس روانہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا تمہارے پاس لھو تھا؟ (یعنی کوئی گیت گانے والی تھی جو اس کے ساتھ گاتی ہوئی جاتی) کیونکہ انصار گیت کو پسند کرتے ہیں۔)

عن روح بنت ابی لهب قالت دخل علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال هل من لهو رواه احمد

روح بنت ابی لہب سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہمارے یہاں تشریف لائے تو فرمایا کیا کوئی کھیل ہے؟ اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔

راقم الحروف کو بعینہ مذکورہ حدیث کے الفاظ نہیں مل سکے۔ مسند احمد بن حنبل میں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

زوج ابنة ابی لهب قال:دخل علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم حین تزوجت ابنة ابی لهب فقال هل من لهو

(مسند احمد بن حنبل ۵/۳۷۹)

بنت ابی لہب کے شوہر نے کہا: جس وقت میں نے بنت ابی لہب سے شادی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے یہاں تشریف لائے اور فرمایا: کیا کوئی لھو (گیت گانے والی) ہے۔

پھر علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد "الهوا و العبوا" دلیل ہے جائز لھو ولعب کے ذریعہ خوشی ونشاط حاصل کرنے پر جب کہ قلوب ملول ہو جائیں اور دلیل ہے دلوں کو جلا بخشنے پر جب کہ وہ اکتا جائیں۔

ان کی مراد وہ لہو ولعب ہے جو محرمات قطعیہ یعنی شراب، زنا، لواطت اور اس کے دواعی واسباب یعنی شہوت سے چھونا، بوسہ لینا شہوت سے دیکھنا، اور فسق و فجور کی تمام قسموں سے خالی ہوں۔ اور لہو ولعب کو جائز کہا جب کہ مذکورہ محرمات سے خالی ہوں اور کسی خاص قسم کے ساتھ مخصوص نہیں کیا۔

علامہ ابن حجر کی کتابوں، میں ان کے کلام میں تضاد ہے اس لئے کہ "زواجر" میں فرمایا ہے آلات مطربہ مطلقا حرام ہیں ۔اور حرمت کی وجہ گانے کو قرار دیا۔اور ابن طاہر اور ابن حزم پر خوب طعن و تشنیع کی، حالانکہ ان کو، ان دونوں حضرات کے ساتھ روز قیامت اللہ تعالی کے سامنے حاضر ہونا ہے، اور "خزانہ" میں فرمایا کہ شادی کی رات میں دف بجانے میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ اس میں جلاجل (گھنگرو) نہ ہوں۔

ردالمحتار، کتاب النکاح ۹/۱۹۲ میں ہے: ''ویندب اعلانہ'' یعنی اس کا اعلان واظہار مستحب ہے اس جملہ میں ''ہ''ضمیر ''عقد نکاح'' کی جانب لوٹ رہی ہے اس لیے کہ ترمذی کی حدیث ہے:

اعلنوا ھذا النکاح واجعلوہ فی
المساجد واضربوا علیہ بالدفوف

(ترمذی، اعلان النکاح ۳/۳۹۸)

(نکاح کا اعلان کیا کرو اور نکاح مسجد میں کرو اور نکاح ہونے پر دف بجاؤ)

میں (مصنف ؒ) کہتا ہوں کہ لفظ "اضربوا" میں دراصل ظاہری خطاب مردوں سے ہے اور عورتوں سے ضمنا ہے جیسا کہ اکثر احکام شرعیہ میں ہوتا ہے۔لہٰذا دف بجانے کو صرف عورتوں کے لئے جائز قرار دینا اور مردوں کو اس سے مستثنیٰ کردینا اور ان کو چھوڑ دینا مناسب نہیں ہے جیسا کہ کچھ علماء نے کیا ہے۔نیز ''اجارہ فاسدہ'' کے باب میں ہے کہ لھو ولعب کے علاوہ کسی مقصد کے

لئے طبل بجایا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسے کہ جنگ اور شادی کا طبل، کیونکہ ''اجناس'' میں ہے:

''شادی کی رات میں نکاح کا اعلان کرنے کے لئے دف بجانے میں کوئی حرج نہیں ہے''

لفظ ''لھو'' سے کیا مراد ہے، اس کی وضاحت ہم نے ''ایضاح'' کے حوالہ سے گزشتہ صفحات میں کردی، (لھو کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے) اس کو دیکھ لیجئے۔

آلۂ لہو / ساز بذاتہ حرام نہیں

نیز اس (لھو کے معنیٰ ومفہوم) کے متعلق ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحت میں ہے:

''ان کا قول یہ فائدہ دے رہا ہے کہ آلۂ لھو بذاتہ حرام نہیں ہے، بلکہ لھو کے ارادہ سے اس کا استعمال کرنا حرام ہے خواہ یہ (ارادہ) سامع کی جانب سے ہو یا اس کام کو کرنے والے کی طرف سے، اور یہیں سے لہو کی طرف آلات کی نسبت کا پتہ چلتا ہے۔ وہ یہ کہ نیت کے مختلف ہونے کی وجہ سے

بعینہ ایک آلہ کا استعمال کرنا کبھی حلال ہوتا ہے اور کبھی حرام،
اور تمام کاموں کا دار ومدار نیتوں پر ہوتا ہے۔ اور اسی میں
ہمارے سادات صوفیہ کے واسطے دلیل جواز ہے جو
سماع سے ایسے متعدد امور کا قصد کرتے ہیں، جن کو وہی
حضرات کما حقہ جانتے ہیں، لہذا معترض کو انکار کرنے
میں عجلت نہیں کرنی چاہیے تا کہ وہ ان کی برکت سے محروم نہ
رہے اس لیے کہ وہ سادات اخیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے
فیوض سے ہم لوگوں کو مستفیض کرے اور ان کی دعوات صالحہ
اور برکات سے ہم لوگوں کو بھی حصہ عطا فرمائے۔"

پھر فرمایا:

"مناسب ہے کہ بگل بجانا جائز ہونا چاہئے جس طرح نوبت کا
بجانا جائز ہے۔ اور حضرت حسن سے مروی ہے کہ تشہیر کے لئے
شادی میں دف بجانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر فرمایا
کہ میں کہتا ہوں کہ بوق الحمام کی طرح رمضان میں سحری
کے لیے خوابیدہ لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے طبل بجانا
جائز ہونا چاہئے۔ اس میں غور وفکر کیجئے۔"

(ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ ۲۶/۳۳۴)

مسائل کی حلت وحرمت میں نیت کا بھی اعتبار ہے

میں (مصنف ؒ) کہتا ہوں کہ ان کا قول "اختلاف النیۃ" میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ فقہا کے نزدیک نیت بہت سے مسائل میں حلال و حرام کے درمیان فرق پیدا کر دیتی ہے۔ اور یہ کیوں نہ ہو اس لیے کہ:

انما الاعمال بالنیات وانما لکل امری مانوی

(بخاری، کتاب بدءالوحی ۲/۱)

(اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے
وہی ہے جس کی اس نے نیت کی)

اور "الا یضاح" میں ہے کہ

"چند نام نہاد فقیہ اس مسئلہ میں ہمارے کلام کو جب دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمارا جواب عالمانہ نہیں ہے بلکہ صوفیہ کرام کی طرف ہمارا میلان ہے (اس لئے ہم اس طرح کی باتیں کرتے ہیں)۔ اور فقہاء کے نزدیک کثیر مسائل میں حلال وحرام ہونے میں دل کی نیت اور انسان کے ارادہ کی شرط ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ اس لئے ہم اس پر چند نظائر پیش کریں گے جو شرع میں وارد ہوئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جنبی (جس کو پاک ہونے کے لئے

غسل کی حاجت ہو) اور حیض و نفاس والی عورتوں کے لیے
قرآن کی تلاوت کرنا بالاجماع حرام ہے مگر جب کوئی
الفاظ قرآنیہ سے اللہ تعالیٰ کا ذکر یا تسبیح و تہلیل اور حمد کا
ارادہ کرے اور اس کا مقصد تلاوت قرآن نہ ہو تو ایسا کرنا اس
کے لئے حرام نہیں ہے بلکہ اس کے لئے جائز ہے، حالانکہ
فقہ کی تمام کتابوں سے ثابت ہے کہ جنبی کے لئے قرآن کی
تلاوت کرنا حرام ہے، لیکن فقہاء کرام کی عبارتوں سے یہ
مفہوم لیا جاتا ہے کہ الفاظ قرآن کے ذریعہ جب غیر قرآن کا
قصد ہو یعنی ذکر و تسبیح وغیرہ کا ارادہ کیا جائے تو یہ قرآن کا پڑھنا
نہیں سمجھا جائے گا، اسی لئے ناپاک آدمی کے لئے الفاظ
قرآنیہ کے ذریعہ تسبیح و تہلیل کرنا جائز ہو جائے گا جیسا کہ اس
سلسلہ میں فقہاء کرام کی تصریحات موجود ہیں۔ اسی طرح
ہمارے اس مسئلہ (سماع) میں فقہا نے آلات مطربہ کے
ساتھ حرمت سماع کی صراحت پیش کی ہے اور ساتھ میں لھو کا
بھی ذکر کیا ہے، ملاھی یا آلات لھو کا بیان کر دیا ہے جس سے یہ
واضح ہو رہا ہے کہ اگر سماع لھو کے دائرہ سے خارج ہو تو حرام
نہیں ہو گا۔ اور لھو سے ان کی مراد وہ چیزیں ہیں جو فسق و فجور

اور فحش باتوں کا موجب ہوں، اللہ عزوجل سے مطلقاً غافل ہونا مراد نہیں ہے اس لئے کہ کثیر مباحات میں غفلت پائی جاتی ہے"

پھر فرمایا:

"اسی طرح فقہاء کرام نے اس کی بھی صراحت کی ہے کہ شکم سیری کے باوجود کھاتے رہنا حرام ہے مگر جو شخص اس نیت سے کھائے کہ روزہ رکھنے میں اس کو قوت پہنچے گی، یا شکم سیری کے باوجود اس لئے کھائے کہ مہمان کھانا کھانے میں تکلف وحیاء نہ کرے تو شکم سیری کے باجود اس نیت سے کھانا اس کے لئے جائز وحلال ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ حرام عمل قلبی ارادہ کی بنیاد پر کیسے حلال ہوگیا؟ اس لیے کہ وہ بعینہ حرام نہیں ہے بلکہ حرام لغیرہ ہے یعنی کسی دوسرے عمل یعنی غلط نیت کی بنیاد پر وہ حرام ہے۔ اور مذاہب اربعہ کے مطابق شریعت میں اس قسم کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں جن میں فقہاء کرام نے نیت اور ارادۂ قلبی کو معتبر مانا ہے"

(ایضاح الدلالات فی سماع الآلات ص ۸۸)
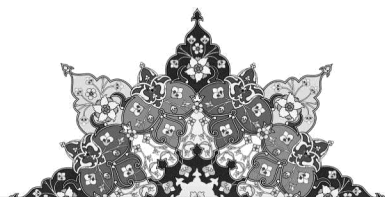
☆ کتب فقہ میں دف و دیگر ساز کی حلت کا ذکر

☆ آلات کے ساتھ سماع کب جائز ہے اور کب نہیں

☆ شہوت حرام کی وضاحت
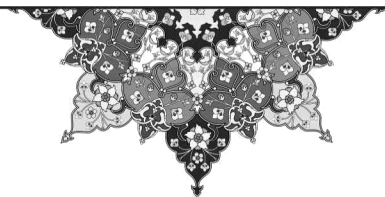
کتب فقہ میں دف و دیگر ساز کی حلت کا ذکر

”ھدایہ“ میں ہے کہ

” مجاہدین کا ڈھول اور وہ دف جس کا شادیوں میں بجانا
مباح ہے، اگر اس کو کوئی شخص ضائع کر دے گا تو
اس کا تاوان و جرمانہ دے گا اور اس مسئلہ میں کوئی
اختلاف نہیں ہے“

(ھدایہ، فصل فی غصب مالا یتقوم ۴/۲۳)

اور ایسا ہی ”شرح وقایہ“ میں ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح کے موضوع پر اپنے رسالہ میں فرمایا ہے:

”نکاح میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دف بجانے کا حکم فرمایا اور
امام مالکؒ نے فرمایا کہ نکاح صحیح ہونے کے لئے دف
بجانا شرط ہے۔ جب نکاح کا اعلان کرنے کے لئے دف
بجانا حلال یا مستحب ہے تو پھر دہل، طنبورہ، نقارہ وغیرہ اور دف
میں کیا فرق ہے، لھو کے واسطے سب کا استعمال حرام ہے اور
جائز مقصد کے لئے سب کا استعمال حلال ہے۔ مذکورہ تمام
چیزوں سے نکاح کا اعلان کیا جا سکتا ہے۔ دف اور دیگر آلات

میں فرق کرنا غیر معقول بات ہے“

”واقعات المفتین“ میں ہے کہ

”جنگ اور قافلہ میں کسی کو ڈھول بجانے کے لیے اجرت پر
رکھنا جائز ہے اور لھو کے لئے جائز نہیں ہے“

(خلاصہ واقعات المفتین ص:۱۱۸)

مشہور کتاب ”کشف“ میں ہے: فقہ شافعی کی شہرت یافتہ کتاب ”وجیز اور انوار“ میں ہے کہ

”غناء (گانا) سننا اور دف اگر چہ اس میں جلاجل ہوں حرام نہیں ہیں“

”بدائع الصنائع“ میں ہے کہ

”اب شاخ بجانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے“۔

امام غزالی ؒ کا بعض آلات کے حرام ہونے کے سلسلہ میں جو قول ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان آلات کو (فاسقین اور مشرکین کی طرح محض کھیل تماشہ کے طور پر) سننے کے لئے جمع ہونا حرام ہے کیونکہ اس غرض سے جمع ہونا فاسق لوگوں کا طریقہ ہے چنانچہ فاسقین سے تشبہ ہونے کی وجہ سے منع کیا، (ابو داؤد شریف ۴/۷۸ میں ہے) من تشبه بقوم فهو منهم“ یعنی جس نے کسی قوم سے تشابہ اختیار کیا تو وہ انھیں میں سے ہے۔ اسی وجہ سے کوبہ (ایك آلۂ موسیقی) بجانا حرام قرار دیا جاتا ہے، یہ (کوبہ) ایک لمبا ڈھول ہے، جس کے بیچ کا حصہ باریک اور دونوں کنارے چوڑے ہوتے ہیں۔ اس کا بجانا مخنثوں کی

عادت ہے۔اور اگر اس میں مخنثین کی مشابہت نہ ہوتی جو کچھ ہے، وہ تشبہ میں شمار نہ ہو تو وہ حج اور جنگوں کے ڈھول کی طرح (جائز) ہوتا۔اور انھیں اس وجہ سے پر مزمار عراق اور اوتار تمام کے تمام حرام قرار دیے جاتے ہیں : جیسے کہ،، **عود**،، **صنج**، ، **الرباب**، **بربط** وغیرہ۔اور جن میں مشابہت نہیں ہوگی وہ اس حکم میں نہیں ہوں گے جیسا کہ **شاهين الرعاة** ، **حجيج**، **شاهين الطبالين** (یہ سب آلات موسیقی ہیں)۔اور جیسے کے ڈھول، شاخ اور ہر آلہ جس سے موزوں و مستطاب آواز نکلتی ہے۔سوائے اس آلہ کے جس کے اہل شرب عادی ہیں، اس لئے کہ یہ سب آلات پرندے وغیرہ کی آوازوں پر قیاس کرتے ہوئے اپنے اصلی اباحت پر باقی رہیں گے۔اسی سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ محض لذت اور عمدگی اس کے حرام ہونے کی علت نہیں ہے بلکہ قیاس تو یہ ہے کہ تمام عمدہ اور نفیس اشیاء حلال ہوں سوائے ان اشیاء کے جن کے حلال ہونے سے کوئی خرابی واقع ہو رہی ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ
وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ

(سورہ اعراف:۳۲)

(جو لوگ اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھ رہے ہیں ان سے) آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے زینت، اور کھانے کی جو عمدہ چیزیں پیدا کی ہیں، ان کو کس نے حرام کیا۔(یعنی کسی چیز کو حلال و حرام قراد دینا صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے)

اسی لئے یہ آوازیں بھی موزوں آواز ہونے کی حیثیت سے حرام نہیں ہو سکتی ہیں یہ تو کسی دوسرے عارض کی وجہ سے ہی حرام ہوں گی ۔اور یہ عبارت بھی سابق عبارتوں کی طرح صریح ہے کہ مزامیر بعینہ حرام نہیں ہیں بلکہ لغیرہ (یعنی کسی دوسری چیز کی وجہ سے) حرام ہیں ۔لہٰذا جب وہ دوسری چیز دور ہو جائے گی تو حرمت بھی ساقط ہو جائے گی اور اباحت باقی رہے گی ۔

واضح رہے کہ صرف شکل وصورت اختیار کرنا جب کہ قصد وارادہ اس کے ساتھ نہ ہو حصول تشبہ کے لیے کافی نہیں ہوگا، بلکہ اس کے لیے تشبہ کا قصد وارادہ بھی ضروری ہے جیسا کہ در مختار میں اس کی صراحت ہے ۔ چنانچہ (علامہ حصکفی نے) فرمایا کہ

"غیروں سے تشبہ ہر چیز میں مکروہ نہیں ہے بلکہ صرف مذموم چیزوں میں ہے اوران چیزوں میں ہے جن میں تشبہ مقصود ہو ۔جیسا کہ بحر الرائق میں ہے"

(الدر المختار، باب مایفسد الصلوۃ ۱/۶۲۴)

اور " فتح القدیر " کے باب الشھادت میں جو بحث ہے اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ غنا (گانا) حرام ہے جس میں ایسے الفاظ کا استعمال ہو جو جائز نہیں ہیں جیسے کہ کسی خاص متعین زندہ مرد وعورت کے اوصاف بیان کرنا ۔شراب کی ایسی تعریف کرنا جس سے ہیجان پیدا ہو اور شراب کی دکان کے اوصاف بیان کرنا، مسلمان یا ذمی (وہ کافر جس کو امان حاصل ہو) کی برائی

بیان کرنا، جب کہ متکلم ہجو و برائی کا ارادہ کرے۔ اور اگر اشعار پڑھے استدلال کے لئے یا فصاحت و بلاغت کو جاننے کے لیے، یا اس میں کسی ایسی عورت کا وصف ہو جو ویسی نہ ہو، یا پھلواریوں، پھولوں، پودوں، ہواؤں اور چشموں کے اوصاف بیان کرنا ہو تو ان سب میں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے اور یہ حرام نہیں ہے۔

" تبیان المحارم " میں ہے کہ وہی اشعار حرام ہیں جن میں فحش الفاظ ہوں یا کسی مسلمان کی برائی ہو، اللہ تعالی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور نیک بندوں پر کذب و بہتان ہو، یا جن اشعار میں جھوٹ ہو، ناپسندیدہ تفاخر ہو، انساب میں قدح ہو وغیرہ۔ اور اسی طریقے سے وہ اشعار جن میں کسی مخصوص امرد یا خاتون کا تذکرہ ہو، اور وہ دونوں بقید حیات ہوں، اس لیے کہ لوگوں کے سامنے کسی متعین زندہ خاتون کا وصف بیان کرنا جائز نہیں ہے اور نہ کسی مخصوص زندہ خوبصورت مرد کا تذکرہ کرنا جائز ہے، لیکن فی نفسہ کسی زندہ مرد یا عورت کا وصف بیان کرنا جائز ہے۔ کسی میت کا تذکرہ کرنے میں یا غیر متعین عورت کا تذکرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، یہی حکم امرد کا بھی ہے، جیسا کہ رد المحتار باب الاباحۃ میں ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ ۳۳۳/۲۶)

"بدائع" میں ہے :

"مسرت و خوشی کے اوقات میں مزید خوشی کے لئے سماع جائز ہے بشرطیکہ وہ خوشی و مسرت بھی مباح ہو جیسے ایام عید و شادی میں، اور آنے والے کے خیر مقدمی کے لئے، ولیمہ کے وقت، عقیقہ کے وقت، بچہ کی ولادت کے وقت،

ختنہ کے وقت اور حفظ قرآن کریم کی ابتداء کرتے وقت غناء (گانا) جائز ہے"

"بحر الرائق" میں ہے:

"امام سرخسی نے شادی، مہمان کے استقبال، اور رقت قلب کو حاصل کرنے کے لئے سماع کو جائز قرار دیا ہے"

ایسا ہی کشف میں ہے۔

آلات کے ساتھ سماع کب جائز ہے اور کب نہیں

"ایضاح الدلالات" میں ہے کہ

"جو کچھ اب بیان کرنے جارہا ہوں اسے غور سے سنو انشاء اللہ راہ راست پالو گے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس مسئلہ میں یعنی اچھے نغموں کے ساتھ آلات مطربات کے مطلقا سماع کے مسئلہ میں اللہ تعالی کا جو حکم ہے اسے بیان کرنے جارہا ہوں، اور میرا یہ بیان، مذکورہ اقسام سماع کے مقتضی پر مبنی ہوگا"

"یہ آلات اور سماع کے تمام اقسام اگر شراب، زنا، لواطت وغیرہ کے ساتھ ہوں یا اس کے دواعی یعنی شہوت

کے ساتھ چھونا، بوسہ، اپنی بیوی یا باندی کے علاوہ کسی کی طرف
نظر بالشہوت کے ساتھ ہوں یا مجلس میں ان باتوں میں سے
کچھ بھی نہ ہوں بلکہ نیت وارادہ میں حرام شہوت ہو اس طور پر کہ
اپنے دل میں ان میں سے کسی شیٔ کا تصور کرے کہ وہ ہم جلس
میں موجود ہو تو اس وقت یہ سماع، اس شخص پر حرام ہے
جو اس کو سنے، اس لئے کہ وہ قصداً حرام چیزوں کو مجلس میں
پسند کر رہا ہے، یا ایسی چیزوں کا تصور کر رہا ہے جو حرام ہیں۔
اور ہر وہ شیٔ جو حرام کا سبب بنے وہ بھی حرام ہے۔ اور اگر یہی
معنی و مطلب (یعنی حرام چیزیں مجلس میں نہ ہوں مگر نیت
میں ہوں) اس زمانے والوں میں بکثرت موجود ہو تو ہم اس
پر اپنے اندازے اور تخمینہ سے کسی کے حق میں کوئی حکم
نہیں لگائیں گے اور نہ اس سبب سے امت محمدیہ علی صاحبھا
الصلوٰۃ والسلام کی جانب فسق کو منسوب کریں گے جب تک کہ
محرمات مذکورہ بغیر احتمال وتاویل کے اس مجلس میں ظاہر نہ
ہو جائیں۔ اس لئے کہ ہر انسان اپنے (اعمال و افعال)
پر گواہ ہے اور ہر شخص اپنے کو ایسی حرام چیزوں سے محفوظ
رکھنے کا خود ہی مکلف ہے جو اس کے لئے آخرت میں مہلک
ثابت ہوں، جس طرح کہ وہ دنیوی مہلک امور سے خود کو محفوظ

رکھنے کا مکلف ہے اور مسلمانوں کے پوشیدہ امور کی تفتیش جائز نہیں ہے جیسا کہ پہلے ہم نے بیان کیا۔ ہاں صرف سیاسی حکام کے لیے جائز ہے، شریعت کے حکام اور عام لوگوں کے لئے جائز نہیں ہے اس لئے کہ سیاسی حکمراں ہی سیاسی امور کی دیکھ بھال اور لوگوں کی تادیب پر مامور ہیں اور انہیں جو اختیارات حاصل ہیں وہ عام لوگوں کو حاصل نہیں ہیں۔ بس یہی معاملہ سماع کا ہے کہ جب وہ حرام اشیاء پر مشتمل ہو تو اس وقت آلات مطربہ اور عمدہ نغموں کو سننا بھی حرام ہو جاتا ہے، حالانکہ نفس سماع حرام نہیں ہے"

"علماء کرام کے نزدیک وہ محفل سماع جائز ہے جو شراب، زنا، لواطت، مس بالشہوت، بوسہ، اپنی بیوی و باندی کے علاوہ کسی کو شہوت کے ساتھ دیکھنے سے خالی ہو۔ اور وہ اس سامع کے لئے جائز ہے جس کا ارادہ نیک ہو، نیت اچھی ہو، اور باطن، حرام شہوتوں پر آمادگی سے پاک ہو، یعنی اس کا دل زنا، لواطت، شراب نوشی اور نشہ، و بے ہوشی آور اشیاء وغیرہ سے دور ہو۔ وہ اپنے دل کو قابو میں رکھنے اور اللہ کی حرام کردہ اشیاء کا اپنے دل میں خیال نہ لانے پر قادر ہو، اور اگر اس کا خیال آ بھی جائے تو اس کو اپنے دل سے دفع کرنے اور فوراً

اپنے دل کو پاکیزہ کرلینے پر قادر ہو۔ اور قلب میں ایسے
خیالات کے بار بار آنے سے کوئی ضرر نہ ہو جب کہ وہ اس کو
روکنے کی کوشش کرے، تو اس وقت ایسے شخص کے لئے
سماع کی مذکورہ تمام صورتیں جائز ہوں گی، اور اس آدمی
پر ان میں سے کچھ بھی حرام نہیں ہوگا۔

اور ہم نے ابھی جن باتوں کا ذکر کیا جب تک وہ
باتیں اس میں موجود ہوں گی اس کے لئے سماع مکروہ
نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ اس وقت ظاہر و باطن، دونوں اعتبار
سے پاک و صاف ہے، اس لئے سماع کی وجہ سے وہ کسی
ایسی شئی میں مبتلا نہیں ہوسکتا جس سے اللہ نے منع کیا ہے۔ وہ
سماع اس کے لئے جائز ہوگا اگر چہ وہ عارف باللہ اور اس
کی تجلیات کا ادراک کرنے والا نہ ہو بلکہ جاہل و غافل شخص
ہو، یا عالم ہو مگر اپنے علم ولیاقت کی معرفت سے خود نا آشنا
ہو، اور جب سامع اہل معرفت وشہادت میں سے ہو (ان سے
کسی بھی زمانے میں روئے زمین خالی نہیں رہی اور نہ
قیامت تک رہے گی، اگر چہ غافل شخص اس کا منکر رہے
اس کے دل سے یقین وبصیرت ختم ہو جانے کی وجہ سے) تو

مذکورہ سماع اس وقت ان کے حق میں مستحب ومندوب ہوگا، اور وہ حقائق الٰہیہ، معارف ربانیہ سے استفادہ کرنے کی وجہ سے اور وحدانیت الٰہی کے معانی اور اشارات ربانیہ کے مطالب کو سمجھنے کی وجہ سے اجروثواب کا مستحق ہوگا''

(ایضاح الدلالات فی سماع الآلات ص ۸۲)

ہمارے شیخ نے یہ اشعار سنائے:

فَبِقُرْبِنَا مِنْ قَابَ قَوْسَيْنِ لَقَدْ
رَشَقَتْ قُلُوبَ اَلْمُنْكِرِيْنَ سِهَامُنَا
فَجَمَالُنَا مَلَأَ اَلْوُجُوْدَ وَحَالُنَا
لاَ يُسْتَطَاقُ وَلَا يَقُلُّ حُسَامُنَا
ضُرِبَتْ طُبُوْلُ اَلْعِزِّ فِي سَاحَاتِنَا
وَعَلَى السَّمَا شَرَفًا بَدَتْ خِيَامُنَا

(قاب قوسین سے قربت کی وجہ سے منکرین کے دلوں کو ہمارے تیروں نے چھلنی چھلنی کردیا ہے، ہمارے جمال نے وجود کو بھر دیا ہے، ہمارے حال کی کوئی طاقت نہیں رکھتا اور نہ ہی ہماری تلواریں کند ہوئی ہیں۔ ہماری مجلسوں میں عزت وشرافت کے طبل بجائے گئے اور آسمان کی بلندی پر ہمارے خیمے ظاہر ہوئے)

شہوت حرام کی وضاحت

حرام شہوت کے خیالات سے مراد وہ پختہ ارادے ہیں کہ اگر تصور کرنے والا اس کے کرنے پر حقیقت میں قادر ہو جائے تو وہ کر بیٹھے۔ جیسا کہ کثیر جلیل القدر علماء کرام نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

پھر علامہ نابلسی نے فرمایا کہ:

''ہم نے ما قبل میں حرام شہوت کی قید اس لئے لگائی تا کہ اس سے مباح خواہشات نکل ہو جائیں جیسے کہ لذیذ کھانا، لذیذ حلال شربت، حلال وطی، مثلاً اپنی باندی اور بیوی سے وطی وغیرہ، ان سب جائز آرزوؤں کے خیالات جب دل میں آئیں تو ان کی وجہ سے سماع حرام نہیں ہوگا بلکہ اپنے جواز پر باقی رہے گا۔ جب اس مسئلہ میں ہمارا جواب آپ کو تفصیل کے ساتھ معلوم ہو گیا تو جب بھی کسی خاص یا عام آدمی کو اس میں پاؤ اور یہ فیصلہ کرو کہ یہ فاسد نیت اور خبیث ارادے والا ہے تو محض بدگمانی کی بنیاد پر اس پر حکم لگا رہے ہو۔ یہ فیصلہ اس کی ہیئت دیکھ کر کر رہے ہو جیسا کہ لشکر و امراء کی ہیئت ہوتی ہے یا فاسقوں کے لباس میں ملبوس ہے اس وجہ سے فیصلہ کرتے ہو کہ فاسد ارادہ اور خبیث نیت ہونے کی وجہ سے اس پر سماع حرام ہے۔

حالانکہ شریعت میں مواخذہ ظاہری صورتوں کی بنیاد پر نہیں
ہوتا ہے ۔ اور محض گمانوں یا قلبی امور پر جنہیں اللہ تعالیٰ
کے سوا کوئی نہیں جانتا کوئی حکم صادر نہیں ہوتا ہے ۔ اور
مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن رکھنا واجب ہے اور اہل قبلہ یعنی
مسلمانوں میں سے کسی کی نسبت برا گمان کرنا جائز نہیں ہے،
بلکہ ان کے اعمال کی تاویل کرنا اور ان کو اچھی چیزوں
پر محمول کرنا واجب ہے ۔ ہر شخص اپنے بارے میں اچھی
طرح جانتا ہے اس لئے اس کو چاہئے کہ وہ اپنے او پر میزان
شرعی قائم کرے محاسبہ کرے جس کو ہم نے تفصیل سے بیان کیا
ہے ۔ جو چاہے ایمان رکھے اور جو چاہے ناشکری کرے اس
لئے کہ ہر انسان کو روز قیامت اپنے گناہ کی سزا ملے گی ۔ او
ر کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔
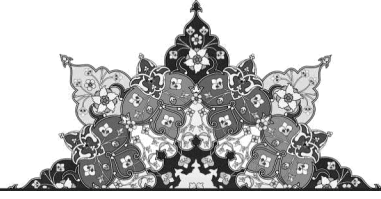
☆ ساز کے ساتھ مجلس سماع کے سلسلے میں علامہ نابلسی کا خلاصہ

☆ امام غزالیؒ کا موقف

☆ سماع رقت قلبی اور شوق لقائے مولیٰ کا باعث ہے

☆ ایک نصیحت

☆ مشائخ طریقت سے منقول چند باتیں
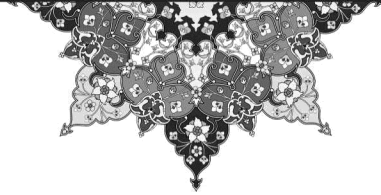
ساز کے ساتھ مجلس سماع کے سلسلے میں علامہ نابلسی کا خلاصہ

پھر فرمایا کہ ان تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جو بھی
مذکورہ سمـاع میں حاضر ہو، آلات سماع کے ساتھ یا اس
کے بغیر، خواہ وہ انسان خواص میں سے ہو یا عوام میں سے۔
اس بات سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ اس زمانے میں عوام
وخواص کے درمیان تمیز، عام انسانوں کے نزدیک کپڑے
اور ہیئت سے ہوتی ہے۔اور طالبان علم کے نزدیک زبان
اور لہجہ سے ہوتی ہے۔اور ہمارے نزدیک عوام وخواص کی
تمیز ”ادراکِ قلبی اور اطلاع شہودی“ سے ہوتی ہے۔لہذا جو
شخص محرمات مذکورہ سے خالی ہو کر سمـاع سنے اور وہ
اپنے قلب کو برے خیالات اور حرام شہوت سے محفوظ رکھے تو
جب تک ایسا رہے گا اس پر سماع مذکور حرام نہیں ہوگا اور
جب وہ ان سے غافل ہو جائے اور حرام کاریوں پر پختہ ارادہ
کرلے تو اس وقت اس پر سمـاع حرام ہو جائے گا۔لہذا
سماع کا معاملہ دل کے حرام یا حلال مقاصد پر منحصر ہے۔
جب دل حرام چیزوں کی طرف مائل ہو تو صرف اس کے حق
میں سماع حرام ہوگا۔اور یہ جائز نہیں ہے کہ جس چیز میں وہ

ملوث ہے اس کا حکم دوسروں پر بھی لگایا جائے۔ جب دل، حرام اشیاء سے جائز چیزوں کی طرف مائل ہو جائے تو سماع بھی اس کے حق میں مباح ہو جائے گا۔ یہی صحیح پیمانہ اور سیدھا راستہ ہے۔ اللہ ہر شئی کا جاننے والا ہے۔

اے انصاف کرنے والو! غور کرو ہمارے اس مسئلہ میں جو باتیں بیان کی گئیں ان کے علاوہ کچھ کہنا درست ہوگا؟ اس لئے کہ جن مصنفین کی عبارتوں کو مطلقا سماع کے حرام ہونے پر محمول کیا گیا ہے، تو ان کی عبارتوں اور باتوں کی بنیاد انہیں مفاسد پر ہے، جن مفاسد کا ہم نے تفصیل سے ذکر کیا۔ اسی طرح احادیث و آثار میں موجودہ تمام دلائل جو تحریم پر دلالت کرتے ہیں، انہیں مذکورہ مفاسد پر محمول ہیں نیز اس برے مقصد پر بھی محمول ہیں جو مذکورہ سماع کے سننے والے کے دلوں میں ہوتا ہے اور ٹھیک اسی طرح جن لوگوں نے اپنی عبارتوں میں مطلقا تحلیل کا قول اختیار کیا ہے، ان کی بنیاد نیک مقاصد پر ہے۔ اور حضرات صحابہؓ و تابعینؓ اور علماء کرام و عاملین عظام جن سے جواز سماع کی روایتیں منقول ہیں ان میں ان کے نیک مقاصد اور اچھی نیتیں کارفرما ہیں۔ متقدمین و متاخرین میں سے جنھوں نے

بھی سماع کا انکار یا اس کے جواز کی نفی کی ہے ان کی مراد
سماع کی بگڑی ہوئی صورت ہی ہے اور اس سلسلہ میں
اس امت اسلامیہ کے علماء کے درمیان، اللہ کے دین
کے اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے"

(ایضاح الدلالات فی سماع الآلات ص ۸۷)

امام غزالیؒ کا موقف

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنے ایک رسالے میں فرماتے ہیں:

"امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں
فرمایا ہے کہ غنا (گانا) کی حرمت کے سلسلہ میں جو احادیث
وارد ہیں وہ سب ان پر محمول ہیں جن کے دلوں میں شیطان
شہوت اور عشق مجازی کے ساتھ اپنا مقصد پورا کرتا ہے،
اور وہ سماع جو خدا کی محبت پیدا کرتی ہے محبوب و پسندیدہ
ہے، یعنی عبادت میں شامل ہے، اور وہ سماع جس سے نہ
تو شیطان کی مراد پوری ہے اور نہ ہی خدا کی محبت پیدا ہوتی
ہے تو وہ سماع جائز ہے۔ جیسا کہ وہ سماع جو خوشی میں اضافہ
کرتی ہے چنانچہ یہ سماع بھی اس وقت مباح ہے جب کہ

خوشی مباح ہو۔ مثلاً عید کے دن، نکاح کے وقت، کسی کے استقبال کے وقت، دعوت ولیمہ، ولادت، عقیقہ، ختنہ، اور تکمیل حفظ قرآن کے اوقات میں سماع کی محفل منعقد کرنا (مباح و جائز ہے) اور اس قول کو اکثر علمائے احناف نے بھی اختیار کیا ہے"

"الخزانہ" اور "الکافی" میں ہے کہ غنا وغیرہ کی حرمت کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ کھیل، تماشے سے جڑا ہوا ہو۔ لہٰذا جو (غناء) تماشہ وغیرہ سے پاک ہو اور دینی اغراض کی وجہ سے ہو جیسے شادی اور ولیمہ میں، جنگ اور قافلہ کی تیاری میں، اللہ کے نیک بندوں (یعنی صوفیہ) کے قلوب میں رقت کے حصول کے لئے تو وہ مذہب حنفی کے مطابق حرام نہیں ہے۔

سماع رقت قلبی اور شوق لقائے مولیٰ کا باعث ہے

"الامتاع" میں ہے کہ سماع سے قلبی رقت اور خشوع پیدا ہوتا ہے۔ لقائے مولیٰ کا شوق ابھرتا ہے، اللہ کا غضب اور اس کے عذاب کا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے اور جو چیز اس طرح کی کیفیت دل میں پیدا کرے وہ قربت کا سبب ہی ہوسکتی ہے اسلئے جب سماع اس نوعیت کی ہو تو اس میں لہو و تماشہ اور خواہشات کا شائبہ کیسے ہوسکتا ہے ۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ کا شمار اکابر علماء ظاہر اور رگزیدہ اولیاء اللہ میں ہوتا ہے ۔انہوں نے اپنی مشہور کتاب "عوارف المعارف" میں فرمایا :

"سماع اللہ سبحانہ تعالیٰ کی رحمت کھینچ لاتی ہے"

"مختصر یہ ہے کہ مزامیر کے حلال جاننے والوں کو کافر کہنا بالکل جائز نہیں ہے ۔اور وہ جو "حاوی" میں مذکور ہے کہ مزامیر بجاتے وقت اللہ کے نام کا ذکر کفر ہے ۔تو اس سے مراد یہ ہے کہ گانے والا لھو کے واسطے دف بجارہا ہو، اور دف بجاتے وقت یا ڈھول پیٹتے وقت بسم اللہ کہنا اس لئے کفر ہے

کہ ہمارے نزدیک معصیت کے وقت اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم ترک کرنا کفر ہے، نہ اس وجہ سے کہ ایک شخص دف بجارہا ہے اور دوسرا ذکرِ خدا میں مشغول ہے"۔

امام سبکی نے اپنی "طبقات" کے اندر امام اسماعیل مزنی کے ترجمے میں ذکر کیا ہے کہ امام مزنی نے فرمایا:

"میں امام شافعی اور ابراھیم بن اسماعیل بن علیہ کے ہمراہ کچھ لوگوں کے گھر سے گذرا جبکہ ایک گانے والی یہ شعران لوگوں کو گا کر سنا رہی تھی:

خلیلی مابال المطایا کاننا
نریھا علی الاعقاب بالقوم تنکص

(اے میرے دونوں دوست! سواریوں کو کیا ہوگیا ہے کہ ہم اسے گویا قوم کو لے کر پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھ رہے ہیں)

تو امام شافعی نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ چلو ہم بھی سنتے ہیں جب وہ گا کر فارغ ہوئی تو امام شافعی نے ابراھیم بن اسماعیل سے کہا کہ کیا آپ کو یہ اچھا لگا؟ تو انہوں نے جواب میں کہا نہیں، تو امام شافعیؒ نے فرمایا کہ تمہارے اندر حس نہیں ہے۔

(طبقات امام سبکی، ترجمۃ الامام اسماعیل المزنی ۱/۲۴۱، ۲۴۲)

ابن غانم مقدسی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب ”حل الرموز“ میں فرمایا ہے کہ:

”بہت سے نام نہاد مفکرین، اور خشک مزاج زاہدوں نے سماع کو مکروہ سمجھتے ہوئے اصلا وفرعا، حقیقۃ وشرعاً ہر طرح سے اس کا انکار کیا ہے، اور یہ ان کی بڑی غلطی ہے، اس لئے کہ یہ رائے بہت سے اللہ کے نیک بندوں کو خطاوار قرار دینے اور بہت سے علما کی تفسیق کا سبب ہے جبکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ انہوں نے غنا (گانا) کو سنا ہے، اور ان پر وجد طاری ہوا ہے اور کیفیت طاری ہونے کی وجہ سے ان سے چیخ و پکار کی آواز نکلی اور ان پر غشی و بیہوشی طاری ہوئی۔

تو یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ ان کی طرف خطا اور فسق کی نسبت کی جائے جب یہ تمام حضرات باکمال صوفیہ کرام اور سالکین ہیں، اس لئے اہل سماع اور ان کے مختلف طبقات میں غور وفکر کرنا اور ان کی وضاحت کرنا انتہائی ضروری ہے خلاصہ یہ ہے کہ جس کے پاس عقل سلیم اور خلوص نیت ہو، جس کا دل ریاضت ومجاہدہ کی وجہ سے صاف اور شفاف ہو، اللہ تعالیٰ کی عبادات نے جس کے دل کو جلا بخشی ہو، جو اپنی طبعی آلودگیوں سے بالاتر ہو گیا ہو، انسانی آلائشوں،

خیالات فاسدہ اور وسوسوں سے محفوظ ہوگیا ہو، جو خواہشات کے
پھیرے میں نہ پھنسا ہو اور شبہات کی گندگی سے بھی پاکیزگی
حاصل کر لی ہو (جس ذات میں یہ تمام صفات وخصائل موجود
ہوں) اس کے متعلق یہ بالکل مت کہو کہ اس کا سماع حرام
ہے اور اس کا ایسا کرنا خطا ہے"

(حل الرموز، ابن غانم المقدسی ص:۵۷)

شیخ ابوعبداللہ محمد بن الخضیری الدمشقی نے اپنی کتاب "الامتاع
بحکم السماع" میں فرمایا ہے :

"سماع کے مسئلہ میں ہمارے نزدیک حق یہ ہے کہ اگر
سماع محرمات سے دور اور شبہات سے محفوظ ہو، اور اکثر
اوقات میں اس کی عادت اختیار نہ کی گئی ہو تو وہ فارغ
لوگوں کے لئے انسیت، اور پاکیزہ نفوس کے لئے ریاضت
ہے، بعض حالتوں میں اس میں کوئی حرج نہیں، بسا اوقات
قربت کا خاص ذریعہ ہے جبکہ نیتوں میں اخلاص موجود ہو،
اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی بندگی ومحتاجی کا اظہار مقصود ہو، اور
اللہ تعالیٰ کا ذکر مقصود ہو جو تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا،
گنہگاروں کو معاف کرنے والا اور آنسو بہانے والوں پر رحم
کرنے والا ہے"

اس (امام ابوعبداللہ کے کلام) میں بھی تقسیم کی جانب اشارہ ہے۔ان کے کلام سے یہ واضح ہے کہ سمـاع میں حرمت لغیرہ ہے جیسا کہ اس کا بیان آچکا ہے۔

ھدایہ میں ہے کہ

''کسی کو ولیمہ یا کسی کھانے کی دعوت دی گئی۔وہاں پہنچنے کے بعد اس نے (دیکھا کہ) تماشہ اور گانا (کا انتظام بھی) ہے تو اس کے لئے وہاں بیٹھ کر کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا بھی اس آزمائش کا سامنا ہوا تو میں نے صبر کیا''

اس کے بعد صاحب ھدایہ نے فرمایا کہ:

''اس مسئلہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام ملاہی حرام ہیں یہاں تک کہ قضیب (بانسری) بجا کر گانا بھی حرام ہے۔

اسی طرح امام اعظمؒ کے قول ''ابتلیت'' سے بھی یہی وضاحت ہوتی ہے کہ تمام ملاہی حرام ہیں۔اس لئے کہ آزمائش، فعل حرام کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔

(ھدایۃ، فصل فی الاکل والشرب ۴/۸۰)

ھدایہ کی اس عبارت میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ مطلق طور پر سماع و مزامیر کے حرام ہونے پر صاحب مذہب کی کوئی تصریح موجود نہیں ہے۔ان کا قول ''دلت المسئلۃ''، اوراسی طرح ان کا یہ کہنا ''کذا قول ابی حنیفۃ''، ان دونوں اقوال سے سماع کی حرمت ثابت کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ آزمائش، جائز کاموں میں بھی ہوتی ہے جیسا کہ خود مصنف ؒ نے ''کتاب الصید'' میں کتے کی تربیت (سدھانے) کے سلسلے میں یہ عبارت تحریر فرمائی ہے:

"فیفوض الی رای المبتلیٰ بہ مع ان تعلیم الکلب مباح بالاتفاق"

جوشخص اس میں مبتلا ہے اسکی رائے پر چھوڑ دیا جائیگا اس کے باوجود کہ کتے کو سدھانا بالاتفاق مباح ہے۔

اوراس کا بھی احتمال ہے کہ امام اعظم ؒ جس غناء میں مبتلا ہوئے، اس سے مراد وہ غناء ہے جس میں فحش کی آمیزش ہو۔صاحب کفایہ نے حاشیہ میں فرمایا ہے:

''امام محمد نے کھیل اور غناء (گانا) کو مطلق بیان کیا ہے، لعب جو لھو ہے یقینا نص سے حرام ہے ۔حضور علیہ الصلوۃ السلام نے فرمایا "**لھو المومن باطل**" الی آخر الحدیث ۔(مانعین کی دلیل کے دوران اس حدیث کا جواب آئے گا) اور امام محمد نے موطا میں "**باب النظر الی اللعب**" کے نام سے باب قائم کیا اور اس میں حبشیوں کے کھیل والی حدیث کو نقل کیا جو حضرت

عائشہؓ سے مروی ہے (جس میں یہ صراحت ہے کہ) حضورﷺ نے (حبشیوں کے) کھیل پر خاموشی اختیار فرمائی (یعنی ان کے کھیل کو حرام قرار نہیں فرمایا) اس لئے یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ کچھ کھیل امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہیں۔

اسی باب میں امام محمدؒ نے فرمایا:

''لاخیر باللعب کلھا من النرد والشطرنج وغیر ذٰلك''

یعنی نرد، شطرنج وغیرہ تمام کھیلوں میں کوئی خیر نہیں ہے۔

(مؤطا باب النظر الی اللعب ۲۹۳)

اس کلام کے سیاق وسباق سے جو ظاہر ہے وہ یہ کہ آپ نے لعب سے وہ قسم مراد لی ہے جس لعب میں نرد شامل ہو۔ اس لیے کہ اس مسئلہ کا ماخذ وہ حدیث ہے جسمیں کہا گیا ہے ''من لعب بالنرد فقد عصی اللہ ورسولہ'' یعنی جس نے نرد کھیلا اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولﷺ کی نافرمانی کی۔ اور اس کے مثال نرد اور شطرنج سے پیش کی اور انہوں نے اپنے قول ''کلھا'' سے اس خاص قسم کی تمام جزئیات مراد لی ہیں۔

اس وقت یہ قول ہماری بحث سے خارج ہوگا۔ اور اگر اس سے عام کھیل مراد لئے جائیں جو تمام انواع کو شامل ہیں تو ہم کہیں گے کہ ''لاخیر فی اللعب'' کا معنیٰ ''لا نفع فی اللعب'' ہے اس لیے کہ وہ صرف کھیل ہے، تاکہ دونوں کلاموں کے درمیان تعارض نہ واقع ہو، اور عدم نفع مباح، مکروہ، اور حرام سب کو شامل ہے۔ حاصل یہ کہ امام محمدؒ کا کلام مقید ہے جیسا کہ ہم نے اس

سے پہلے دو دلیلیں بیان کیں، اسی لئے امام محمدؒ کا قول کھیل کے مطلق حرام ہونے پر دلالت نہیں کر رہا ہے۔ اور انہیں اسباب وعلل کی بنیاد پر، اس مسئلہ میں علماء نے مطلق تحریم کو صاحب ہدایہؒ کی جانب منسوب کیا، صاحب مذہب کی جانب نہیں۔

اور ''کشف'' میں ہے کہ:

''صاحب ھدایہؒ نے سماع کے مطلقا حرام ہونے کا جو قول اختیار کیا ہے تو نصوص سے متصادم ہونے کی وجہ سے یا تو ان کے قول کی تاویل کی جائے گی یا پھر ان کے قول کو رد کر دیا جائے گا۔ حاصل گفتگو یہ ہے کہ امام اعظمؒ کی جانب سے تحریم کی صراحت میں کوئی صحیح قول منقول نہیں ہے۔ اور اگر ہے بھی تو اس سماع پر محمول ہے جس میں فحش کی آمیزش ہو یعنی جس میں فحش اور برائی شامل ہو اور ناپسندیدہ امور پر مشتمل ہو جیسا کہ عام طور پر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ فحش کے ساتھ ہی سماع کرتے ہیں۔ جیسا کہ زمانہ والوں کی عادت ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غناء کیسے حرام ہوسکتا ہے جبکہ ہم نے وہ واقعہ بیان کر دیا ہے جو ان کے اپنے پڑوسی سے غناء سننے اور اس کے موقوف ہونے پر اس کے اعادہ کے حکم دینے پر دلالت کرتا ہے''

صاحب ہدایہ نے ”ہدایہ کتاب الغصب “ اور اپنی کتاب ”مجموع النوازل“ میں بعض مزامیر کے جواز کا اقرار کیا ہے ۔ اور ان کے (تمام ملاہی کے حرام ہونے والے) کلام میں بھی وہی تاویل کی جاسکتی ہے کہ ان کی مراد ملاہی سے وہ غناء اور مزامیر ہیں جو فسق و فجور وغیرہ جو حرام عین ہیں ان سے ملے ہوئے ہوں ۔تو اس وقت ان کے کلام کی صحت میں کوئی شک نہیں رہ جاتا۔اور اللہ اپنے بندوں کے ارادے سے خوب واقف ہے۔

ایک نصیحت

اے بھائیو! جب آپ کو مندرجہ بالا احادیث کا علم ہوگیا اور ہمارے ذکر کردہ اخبار و روایات پر آپ مطلع ہو گئے اور ان عبارتوں کا آپ نے مطالعہ کرلیا، جن کی ہم نے تشریح کر دیں اور پیش کردہ متعدد مفید اقوال کو پڑھ لیا، تو آپ کے سامنے ان تمام چیزوں کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ جو کہ مزامیر و غنا کے سماع کا ہے وہ علوم حقیقت کی اس نوع سے نہیں ہے جو پوشیدہ رہے بلکہ یہ تو علوم شرعیہ میں سے ہے ۔لہٰذا عام و خاص میں سے ہر مکلف پر اس کا بیان کرنا ضروری ہے ۔ اور حق یہ ہے کہ اس مسئلہ میں تفصیل ہے ۔نہ تو اس کو مطلقا حرام کہہ دیا جائے اور نہ مطلقا مباح کہا جائے، جیسا کہ گذشتہ عبارتوں سے واضح ہو چکا ہے ۔اور میں نے اپنے اس رسالہ میں آپ کے لئے اپنی طرف سے چند اقوال اور عبارتیں پیش

کیں، اگر آپ نے میرے ان اقوال کو قبول کرلیا تو آپ لوگوں کو بہترین مقصد اور بلند مطلب کے ساتھ کامیابی حاصل ہوگی، اور اگر ان اقوال کو ترک کر دیا اور معمولی علم والوں کی اتباع کی، اور اس مذہب کی پیروی کی جس میں کثیر جاہل عوام بھی ہیں کہ جنہوں نے اہل سماع سے متعلق بدگمانیاں کیں بلکہ بہتوں نے ہر زمانے میں اہل سماع کی تفسیق وتکفیر کیں، تو ایسے میں تمہارے اعمال تمہارے لئے اور میرے اعمال میرے لئے ہیں بس تم میرے اعمال سے بری الذمہ ہو اور میں تمہارے اعمال سے بری الذمہ ہوں، ہم نے جو اس مسئلہ میں متعدد عبارتیں پیش کی ہیں یہ سب علمائے ظاہر سے منقول ہیں۔

مشایخ طریقت سے منقول چند باتیں

اب ہم کچھ ایسے اقوال کو پیش کریں گے جو سادات صوفیہ اور مشائخ طریقت کے توسل سے ہم تک پہونچے ہیں۔ آپ لوگ جان لیجئے (اللہ آپ سب کو اپنے انعام و اکرام سے نوازے اور آپ کو اپنی جماعت میں شامل فرمائے) کہ دراصل اولیاء کرام ہی مشکوۃ نبوت سے حاصل شدہ صحیح علوم کو جاننے والے ہیں اور وہی شریعت محمدی پر پسندیدہ طریقہ کے ساتھ عامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی یوں مدح فرمائی:

"الاان اولیا اللہ لا خوف علیھم ولاھم یحزنون"

(سورۃ یونس ایت ۶۲)

حضور غوث اعظم نے ان کے فضائل میں فرمایا:

هم الناس فالزم ان عرفت جنابهم

ففيهم لضير العٰلمين منافع

(وہ در حقیقت ایسے انسان ہیں کہ اگر آپ کو ان کی ہم نشینی حاصل ہوگئی ہے تو اسے لازم پکڑ لیجئے کیونکہ دنیا کے نقصانات کی تلافی انہیں کے پاس ہے)

ایک شاعر نے کہا :

شموس الهدى منهم ومنهم بدوره

وانجمه منهم ومنهم شهابه

(ہدایت کے آفتاب وماہتاب انہیں میں سے ہیں اور ہدایت کے سیارے اور ستارے بھی انہیں میں سے ہیں)

مولانا روم نے ان کے مناقب میں فرمایا:

هر كه خواهد همنشيني باخدا

او نشيند در حضور اولياء

(جو شخص اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ اولیاء کرام کی صحبت حاصل کرے)

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں فرمایا:

''ابوالخیر عسقلانی اسود جو کہ اولیاء اللہ میں سے تھے وہ سماع کیا کرتے تھے اور سماع کے وقت وجد میں آجایا کرتے تھے انہوں نے منکرین سماع کے رد میں ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی ۔ اسی طرح اولیاء کرام وعلماء عظام کی ایک جماعت نے منکرین سماع کے رد میں کتابیں تصنیف کی ہیں ۔طاہر بن بلال ہمدانی وراق جو کہ اہل علم میں ہیں، انہوں نے فرمایا کہ جب میں سمندر کے پاس جدہ کی جامع مسجد میں معتکف تھا میں نے خواب میں اس مسجد کے ایک کنارہ میں ایک جماعت کو کچھ کہتے اور سنتے ہوئے دیکھا (یعنی سماع کی حالت میں دیکھا)، تو میں نے دل میں اس کا انکار کیا اور کہا کہ یہ لوگ اللہ کے گھر میں شعر کہہ رہے ہیں ؟ انہوں (طاہر بن بلالؒ) نے کہا کہ پھر میں نے حضور ﷺ کو اسی رات خواب میں دیکھا کہ آپ اسی کنارہ میں تشریف فرما ہیں اور آپ کے پہلو میں حضرت ابو بکر صدیق ہیں، اور جب حضرت ابو بکر کچھ کہتے ہیں تو آپ اسے سن کر اپنے دست مبارک کو اپنے سینۂ مبارک پر مارتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے آپ وجد میں ہیں ۔ میں نے دل

میں کہا کہ میرے لئے یہ مناسب نہیں کہ ان لوگوں کی تردید
کروں جو سماع کر رہے ہیں ۔ جب کہ حضور بھی ابو بکر رضی اللہ
عنہ سے سماع فرما رہے ہیں اتنے میں حضور میری طرف
متوجہ ہوئے اور فرمایا: "ھذاحق بحق" یا یہ فرمایا:
"حق من حق" اس میں مجھے شک ہے (کہ ان دونوں
جملوں میں سے کونسا جملہ فرمایا البتہ دونوں کا معنی ومفہوم ایک
ہی ہے یعنی یہی حق ہے"

اس واقعہ کی تائید "روض الریاحین" میں امام یافعی کی نقل
کردہ حکایت سے ہوتی ہے۔ جس میں یوں ہے کہ استاذ ابوالقاسم جنید
(بغدادی) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضور کی زیارت کی تو
میں نے عرض کیا، یارسول اللہ محافل سماع کے بارے میں آپ کیا فرماتے
ہیں جن مجالس میں ہم راتوں میں حاضر ہوتے ہیں اور بسا اوقات ان محافل میں ہم
سے کچھ حرکات رونما ہوتے ہیں ؟ تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہر رات میں بھی
تمہارے ساتھ موجود ہوتا ہوں ۔ ہاں اس محفل کا آغاز قرآن کی تلاوت سے کرو
اور اختتام بھی تلاوت قرآن سے کرو ۔

ایک اور حکایت ممشاد دینوری سے منقول ہے انہوں نے فرمایا:
میں نے خواب میں حضور کی زیارت کی تو میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس
سماع میں سے آپ کچھ ناپسند کرتے ہیں، تو حضور نے فرمایا کہ نہیں، اس میں

سے کچھ بھی ناپسند نہیں کرتا۔لیکن ان سے کہہ دینا کہ اس محفل کا افتتاح قرآن سے کریں اور اختتام قرآن سے کریں۔

(احیاء علوم الدین باب بیان الدلیل علی اباحۃ السماع ۲/۲۷۰)

شیخ اکبر نے "الفتوحات المکیۃ" میں ذکر سماع کے بارے میں فرمایا:

"سماع مطلق طور پر ہمارے نزدیک مباح ہے اس لئے
کہ اس کے حرام ہونے کے بارے میں حضور سے کچھ بھی
ثابت نہیں ہے"

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اپنی مثنوی کے چوتھے جزء میں ابراہیم بن ادہم کے ذکر میں مندرجہ ذیل اشعار ارشاد فرماتے ہیں:

نالۂ سرنا و تہدید دھل
چیزکے ماند بداں ناقور کل

نفیری کی فریاد اور ڈھول کی دھمک
اُس بڑے صور سے کچھ مشابہت رکھتی ہے

پس حکیماں گفتہ اند ایں لحنہا
از دوار چرخ بگر فیتم ما

حکماء نے کہا ہے کہ یہ راگ
ہم نے آسمان کی گردش سے لئے ہیں

بانگ گردشہائے چرخ ست اینکہ خلق
می سرایندش بطنبور و بحلق
یہ آسمان کی گردشوں کی آواز ہے جس کو لوگ
طنبورے اور گلے سے گاتے ہیں

مُومناں گویند کا ثارِ بہشت
نغز گردانید ہر آوازِ زشت
مومن کہتے ہیں کہ بہشت کے آثار نے
ہر بھدّی آواز کو حسین بنا دیا ہے

ماھمہ اجزائے آدم علیہ السلام بودہ ایم
در بہشت آں لحنہا بشنودہ ایم
ہم سب (حضرت) آدمؑ کے اجزاء تھے
ہم نے وہ راگ بہشت میں سنے ہیں

گرچہ برما ریخت آب و گل شکے
یاد ماں آید از آنہا آمد کے
اگرچہ پا، اور مٹی نے ہمیں شک میں ڈال دیا ہے
ان سے ہمیں ان کی کچھ یاد آجاتی ہے

لیک چوں آمیخت باخاک کرب
کے دھد ایں زیر وایں بم آنطرب
لیکن چونکہ وہ (نغمے) مصیبتوں کی مٹی میں مل گئے ہیں
تو یہ نیچے اونچے سر وہ مزا کہاں دیتے ہیں؟

آب چوں آمیحنت بابول و گمیز
گشت زا میزش مزاجش تلخ و تیز
جب پانی پیشاب اور گندگی سے مل گیا
ملاوٹ سے اس کا مزاج تلخ و تیز ہوگیا

چیز کے از آب ہستش درجسد
بول ازاں روآتشے را می کُشد
اس کے وجود میں کچھ پانی ہے
پیشاب اسی وجہ سے آگ کو بجھا دیتا ہے

گر نجس شد آب ایں طبعش بماند
کا تش غم را بطبع خود نشاند
پانی اگرچہ ناپاک ہوگیا اس کا مزاج باقی رہ گیا
کہ وہ غم کی آگ کو اپنے مزاج سے بجھا دیتا ہے

پس غذائے عاشقاں آمد سماع
که درو باشد خیال اجتماع
سماع، عاشقوں کی غذا بن گئی
کیونکہ اس میں وصل کا خیال ہوتا ہے

قوّتے گیرد خیالاتِ ضمیر
بلکه صورت گردد از بانگ و صفیر
دل کے خیالات قوت حاصل کرتے ہیں
بلکہ آواز اور نغمہ سے مجسم بن جاتے ہیں

آتش عشق از نواها گشت تیز
آنچنا نکه آتش آں جوز ریز
عشق کی آگ نغموں سے تیز ہو جاتی ہے
جس طرف سے اس اخروٹ گرانے والے کی آگ

امام یافعی نے ''روض الریاحین'' میں فرمایا :

''جب ابوالقاسم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ انسان کا کیا معاملہ ہے کہ وہ پرسکون رہتا ہے، اور جونہی سماع سنتا ہے تو بے چین ہو جاتا ہے۔ ابوالقاسمؓ نے جواب میں ارشاد

فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے میثاق اول یعنی پہلی بار بطور
معاہدہ تمام نسلوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''الست
بربکم'' (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) تو سب نے
یکبارگی جواب دیا: ''بلی'' (کیوں نہیں)، اسی وقت
سماع کلام کی میٹھاس روحوں میں بھر گئی اس لئے جب وہ
سماع سنتے ہیں تو اس کا ذکر انھیں متحرک کر دیتا ہے''

ابو اسحق ابراھیم خواص رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ انسان کا کیا معاملہ ہے کہ سماع کے وقت حرکت میں آجاتا ہے اور قرآن سنتے وقت نہیں اور سماع قرآن میں جو نہیں پاتا وہ اس میں پالیتا ہے۔ تو فرمایا کہ:

''سماع قرآن ایک صدمہ یعنی زور کا جھٹکا ہے کسی کے
لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کے غلبے کی شدت کی وجہ سے
حرکت میں آئے اور سماع قول ترویح یعنی راحت
پہنچانے کا عمل ہے لہٰذا اس میں حرکت میں آجاتا ہے''

حضرت ذوالنون سے سماع کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ:

''وہ حق تک پہونچانے والا ہے، دلوں کو حق کی جانب کھینچ
لے جاتا ہے۔ جس نے حق کے ساتھ اس کو سنا اس نے حق کو
پالیا اور جس نے فسق کے ساتھ اس کو سنا تو وہ زندیق و بے
دین ہو گیا''
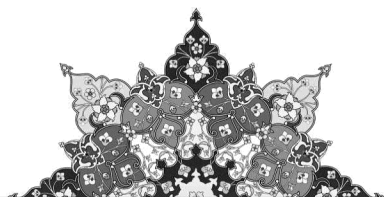
دوران سماع رقص ووجد
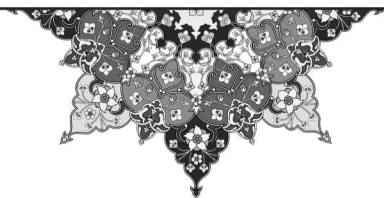
دورانِ سماع، رقص ووجد

پھر فرمایا کہ ابو القاسم جنید (بغدادی) نے فرمایا:

''فقراء کے لئے تین جگہوں پر رحمت نازل ہوئی ہے:

(۱) سماع کے وقت اس لئے کہ وہ صرف حق سنتے ہیں اور صرف وجد آنے پر کھڑے ہوتے ہیں۔

(۲) کھانے کے وقت اس لئے کہ وہ صرف بھوک لگنے پر ہی کھاتے ہیں۔

(۳) علمی مباحثہ کے وقت اس لئے کہ اس میں وہ صرف اولیاء اللہ کے اوصاف بیان کرتے ہیں''

پھر ابو القاسم جنیدؒ نے فرمایا:

''ایک صوفی سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں ایک رات ایسے دوستوں کے ساتھ تھا جو سماع کے لئے جمع ہوئے تھے۔ جب قوال گاتا تو وہ سب سنتے اور کھڑے ہو کر رقص کرتے، میں نے دل میں ان کو برا جانا، اس رات میں نے اپنے خواب میں دیکھا کہ میدان محشر قائم ہے۔ اور صوفیاء کو دیکھا کہ وہ رقص کرتے ہوئے پل صراط سے گذر رہے ہیں

اور باقی مخلوق ان سے منقطع ہوتی جارہی ہے (یعنی پیچھے رہ گئی ہے) تو میں چونک کر اٹھ بیٹھا اور اللہ کی بارگاہ میں نذر مانی کہ اب میں دوبارہ انہیں برا نہیں جانوں گا“

پھر ابوالقاسم جنیدؒ نے فرمایا:

’روایت ہے کہ شیخ عارف باللہ محمد بن ابی بکر حکمی یمنی (اللہ ان کے فیوض و برکات سے ہمیں مستفیض فرمائے) پر ایک بہت بڑے فقیہ اور عالم دین نکیر کیا کرتے تھے یعنی ان کو سماع سے منع کرتے تھے۔ تو شیخ محمد نے ایک دن ان منکر فقیہ سے حالت سماع میں فرمایا: اے فقیہ! سر اٹھاؤ، انہوں نے اپنا سر اٹھایا، تو دیکھا کہ ملائکہ ہوا میں گردش کر رہے ہیں‘

پھر ابوالقاسم جنید نے فرمایا:

”شیخ کبیر، عارف باللہ ابوالحسن بن سالم سے کہا گیا کہ کیا آپ اہل سماع پر کچھ نکیر کرتے ہیں تو فرمایا کہ میں اس کا کیسے انکار کروں جبکہ سماع انہوں نے بھی کیا ہے جو مجھ سے افضل ہیں“۔

سماع کرنے والوں میں عبد اللہ بن جعفر طیار، معروف کرخی، سری سقطی، ذو النون مصری، ابو الحسین نوری، ابو القاسم جنید اور شبلی رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور بعض بڑے شیوخ نے فرمایا ہے کہ اگر ہم سماع پر نکیر کریں تو ہم ستر صدیقوں پر نکیر کریں گے میں نے کہا کہ شاید بعض بڑے شیوخ سے مراد، ابو طالب مکی ہیں۔ اور علامہ ابن حجر نے بھی اس روایت کو 'کف الرعاع' میں ابو طالب مکی کی روایت سے نقل کیا ہے۔ پھر علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ سبعین یعنی ستر سے مراد کثیر ہے، اور میں نے ابو طالب مکی کے مزار کی زیارت کی ہے (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور اور ان کی روح پاکیزہ فرمائے) جس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے حرم شریف اور اپنے نبی کریم علیہ وعلی الہ واصحابہ الصلوۃ والسلام کے روضہ انور کی زیارت سے مشرف فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حرمین شریفین کی زیارت کی توفیق بار بار بخشے یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کی جوار رحمت میں میری موت آئے۔

و من مذھبی حب الدیار لاھلھا

و للناس فیما یعشقون مذاھب

(ساکنین دیار کی وجہ سے دیار سے محبت (مکین کی وجہ سے مکان سے محبت) میرا مسلک ہے لوگ جس چیز کے عاشق ہوتے ہیں اس میں ان کے مختلف طریقے ہوتے ہیں)

"بهجۃ الاسرار" اور "معدن الانوار" میں شیخ ابو سعید قیلوی کے ذکر کے ضمن میں ہے:

"شیخ عبد القادر، شیخ بقا بن بطو، شیخ ابو سعید قیلوی، شیخ علی بن ھیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہم باب الازج میں ایک گھر میں جمع ہوئے، تو شیخ عبد القادر نے شیخ علی بن ھیتی سے فرمایا: کچھ کہو۔ شیخ علی بن ھیتی نے کہا میں آپ کی موجودگی میں کیسے کلام کر سکتا ہوں پھر شیخ بقا سے فرمایا: کچھ کہو، انہوں نے بھی کہا کہ میں آپ کی بارگاہ میں کیسے کچھ کہوں، پھر شیخ ابو سعید سے فرمایا کلام کرو تو انہوں نے معمولی کلام کیا پھر خاموش ہو گئے اور فرمایا کہ میں نے آپ کے حکم کی بجا آوری کی خاطر کلام کر لیا اور آپ کی جلالتِ شان کی وجہ سے چپ ہو گیا۔

پھر شیخ عبد القادر نے علوم الحقائق کے موضوع پر ایسا بلیغ کلام فرمایا کہ حاضرین نے تکبیر کے نعرے لگائے پھر حاضرین نے آپ سے قوال کی اجازت چاہی تو آپ نے انھیں اجازت دے دی، قوالوں نے مندرجہ ذیل اشعار گائے۔

و بدا لـه من بعـد مـا اندمل الهـوی
برق تألـــق مـــوهن لمعانـــه
یبـــدو کحاشـــیة الـــرداء و دونـــه
صـــعب الـــذری متمنـــع ارکانـــه
فبـدأ لینظـر کیـف لاح فلـم یطـق
نظـــرا الیـــه و رده اشجانـــه
فالنـار مـا اشـتملت علیـه ضـلوعه
و المـــاء مـــا سمحـــت بـــه اجفانـــه

(خواہشات کے ماند پڑنے کے بعد ان کے سامنے بجلی چمکی جسکی چمک کمزور و مدھم تھی، وہ اس طور پر ظاہر ہوئی کہ اس کی وسعت چادر کے حاشیہ کی طرح بلکہ اس سے بھی کم تھی، جسمیں پناہ لینا مشکل ہو اس کے اطراف محفوظ و مضبوط تھے، انہوں نے بجلی کو دیکھنے کی کوشش کی کہ کیسے وہ چمکی لیکن وہ اس کو دیکھنے کی تاب نہ لاسکے اور وہ غمزدہ ہو گئے، پس آگ وہ تھی جو ان کی پسلیوں کے اندر تھی اور پانی وہ تھا جو ان کی آنکھوں سے جاری ہوا)

حاضرین نے کہا کہ شیخ عبدالقادر زمین سے ہوا میں بلند ہو گئے اور ہوا میں گھومنے لگے یہاں تک کہ گھر کی بلندی سے بہت دور نکل گئے جب لوگ ان کے مدرسے میں گئے تو وہاں انھیں پایا''

علی جده المختار ازکی تحیة
وآل و صحب مایسیر الکواک

(ان کے جدامجد (صلی اللہ علیہ وسلم) اورآل واصحاب پر پاکیزہ سلام ہو جب تک تارے گردش کررہے ہیں)

''بهجة الاسرار'' میں شیخ ارسلان کے ذکر میں ابوعلی سے مروی ہے۔ابوعلی فرماتے ہیں:

''شیخ ارسلان دمشق میں سماع کے لئے ایک گھر میں تشریف لائے جس میں مشائخ و صالحین کا بھی اجتماع تھا، قوالوں نے کلام پڑھا، (ابوعلی نے) فرمایا کہ شیخ ارسلان رضی اللہ عنہ ہوا میں بلند ہوئے اور خوب گھومنے لگے پھر زمین پر آہستہ سے اترے، ایسا انہوں نے کئی بار کیا۔وہاں پر جتنے لوگ تھے،سب نے شیخ ارسلان کی اس کیفیت کو دیکھا۔جب

زمین پر وہ اتر گئے تو اپنی پشت کو اسی گھر میں انجیر کے ایک درخت سے ٹیک لگایا جو درخت خشک ہوگیا تھا اور کافی دنوں سے پھل دینا چھوڑ دیا تھا، اس پیڑ سے ٹیک لگاتے ہی وہ درخت پتہ دار ہوگیا۔ ہرا بھرا ہوگیا، اس درخت میں پکے پھل نکل آئے،، اس سال وہ پیڑ انجیر کے پھل سے لدگیا، اوراس درخت کے انجیر دمشق کے انجیروں سے عمدہ تھے"

نیز "بھجۃ الاسرار" میں ابوالفرج حسن بن دویرہ سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"ہمیں ہمارے ایک نیک دوست نے حکایت سنائی کہ وہ ام عبیدہ (جگہ کا نام ہے) میں سماع کے لئے حاضر ہوئے، جس میں شیخ ابراھیم اعزب اورسات ہزار سے زیادہ افراد تھے اور میں ان میں سب سے آخر میں بیٹھا ہوا تھا اس لئے وہاں سے شیخ ابراھیم کو دیکھنا میرے لئے دشوار ہو رہا تھا، میرے دل میں سماع سے انکار کا خیال پیدا ہوا، لیکن ابھی میں اس کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ شیخ ابراھیم لوگوں کے صفوں کو چیرتے ہوئے تشریف لے آئے اور میرے پاس کھڑے ہو کر میرا کان پکڑا اور فرمایا اے لڑکے! اہل اللہ پر اعتراض

سے بچو، (سماع کی بدولت) جو چیز مجھے حاصل ہوئی اگر وہ تم کو مل جاتی تو تم (سماع پر) اعتراض نہیں کرتے اور سماع سے روکنے کے بارے میں خیال بھی نہیں کرتے۔ پھر وہ مجھے چھوڑ کر واپس چلے گئے، اتنے میں مجھ پر بیہوشی طاری ہوگئی، مجھے اٹھا کر ان کے پاس لے جایا گیا، آپ نے کہا اے بیٹے! کیا تو نہیں جانتا کہ مخلوق کا دل ہمارے سامنے ان چراغوں کی طرح ہے جو پردے کے پیچھے ہوتے ہیں اور ان کو کھلی ہوئی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اور کیا حبیب کوئی چیز حبیب سے پوشیدہ رکھتا ہے؟"

ابو عبید الرحیم سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

"میں ام عبیدہ کے رواق میں سماع کے لئے حاضر ہوا، جس میں شیخ ابراھیم اعزب رضی اللہ عنہ بھی تھے جب قوال نے اشعار پڑھنا شروع کیا تو شیخ ابراھیم پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ لوگوں کے سروں سے اوپر ہوا میں بلند ہو گئے اور فضا کی جانب بلند ہوتے چلے گئے، پھر قوالوں نے خوب گایا، اتنا گایا کہ شیخ ابراھیم چیخ پڑے اور رجال کو آواز دی، راوی (واقعہ بیان والے) کہتے ہیں کہ میں نے رجال

الغیب کو، دو دو، تین تین اور چار چار کر کے ہوا سے ان پر
اترتے ہوئے دیکھا، جو کہتے تھے لبیک، لبیک
''ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں''

اسی کتاب میں ابو الحسن الجوسقی اور شیخ ابو محمد عبد الرحیم سے بھی مشائخ،
علماء، صلحاء اور فقـراء کی جماعت کے ساتھ سماع کا ذکر کیا گیا ہے۔

قاضی ثناء اللہ ہندی سے حالت ذکر میں مزامیر کے ساتھ سمـاع کے
بارے میں پوچھا گیا کہ کیا ایسا کرنے سے کوئی کافر ہو جاتا ہے؟ اس کے جواب
میں آپ نے فرمایا:

''برخوردار! اہل اسلام کی تکفیر میں جلد بازی نہیں کرنی
چاہیئے، خصوصـا ان مقامات میں جہاں اس (فتوی) کے
زد میں اکابر میں آجائیں۔ (اللہ تعالیٰ بزرگوں کی محبت اور ان
کی اتباع کی ہمیں توفیق فرمائے)

حضرت شاہ العـالمین شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہ علم
ظاہر و باطن میں رفعت وشان کے مالک ہونے کے
باوجود مزامیر کے ساتھ غناء (گانا) کثرت سے سنتے تھے۔

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　　میلش اندر طعنۂ پاکاں برد
ور خدا خواہد کہ پوشد عیب کس　　　کم زند در عیب معیوباں نفس

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ کسی کی رسوائی چاہتا ہے تو اس کو پاک لوگوں پر طعن کرنے کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ اور حق تعالیٰ کسی بندے کی عیب پوشی کرنا چاہتا ہے تو اس کو توفیق دیتا ہے کہ معیوب لوگوں کے عیب پر بھی کلام نہ کرے۔

ہندوستان کے کثیر مشائخ سے سماع ثابت ہے۔ چند مشائخ کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی،
قطب الاقطاب شیخ قطب الدین اوشی (بختیار کاکی)،
سلطان المشائخ نظام الدین اولیا،
شیخ کبیر احمد عبد الحق ردولوی،
شیخ کامل عارف ردولوی،
شیخ محمد ردولوی،
شیخ عبد القدوس گنگوہی اور
شیخ جلال الدین تھانیسری۔

یہ تمام حضرات علماء محققین میں تھے اور مقربین کے امام و پیشوا تھے، ان کے بے شمار واضح کرامات، خرق عادات افعال، روشن معارف، عمدہ حقائق تھے۔ وہ واقف اسرار اور انوار الٰہی کے معادن میں غوطہ لگانے والے

تھے۔ (اللہ تعالیٰ ان کی محبت اور انکی اطاعت کی ہمیں توفیق فرمائے)۔اگر سماع کو جائز کہنے والوں کا احاطہ کیا جائے اور ہر ایک کو تلاش کر کے بیان کیا جائے تو (شمار کرتے کرتے) آدمی تھک جائے گا۔

جاننا چاہئے کہ اس رسالہ میں ہماری باتوں کا انحصار، سماع کی اباحت وحظر کی تحقیق ہے۔سماع سے حاصل ہونے والے فوائد ونفع کو بیان کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے، اسی لئے ہم سماع کے ان آداب کا ذکر نہیں کریں گے جسے ہمارے سادات صوفیہ نے سماع کے مکمل فوائد کی تحصیل کے لیے بیان کیا ہے۔ سماع کے جواز کے لئے ان کا ذکر نہیں کیا ہے، اس لئے کہ اباحت تو شریعت ظاہرہ سے ثابت ہے۔اور بعض سادات مشائخ کرام نے ان آداب کو سماع کے لئے شرط قرار دیا ہے، مگر وہ آداب وشرائط اصول میں، مشائخ کے اختلاف کے مطابق مختلف ہوجاتے ہیں جنہیں علماء رسوم نہیں جانتے، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ شریعت ظاہرہ میں فروعی مسائل، ائمہ اصول کے اختلاف کے مطابق مختلف ہو جاتے ہیں۔صوفیہ کرام کے ان اصول کی طرف حضرت غوث صمدانی محبوب ربانیؒ نے رہنمائی فرمائی ہے، ان کی شخصیت ایسی ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب اطہر میں اپنی تجلی ڈالی تو آپ نے فرمایا: " قدمی هذه علی رقبة كل ولی الله" (میرا یہ قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر ہے)۔حضور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنے قصیدہ میں صوفیہ کرام کے اصول کی طرف اشارہ

فرمایا۔اس قصیدہ کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

فثم اصول فی الطریق لاھلھا وھن الی سبل النجاۃ ذرائع
تمسك بھا تنجو وزن كل وارد بقسطاسھا عدلا فثم قواطع
ودع ما تراہ مال عن خط عدلھا الی ان تناجیك الشموس الطوالع

(اہل طریقت کے چند اصول ہیں ۔یہ اصول نجات کے راستے کے ذرائع ہیں، ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو کامیاب ہو جاؤ گے،اور ہر آنیوالے کو اس میزان عدل پر تولو کیونکہ یہی قاطع ہیں،اور اس کو چھوڑ دو جسے تم اس نشان عدل سے علیحدہ دیکھو یہاں تک کہ طلوع ہونے والے سورج تم سے گفتگو کریں)

یہ بندہ مسکین آپ (غوث اعظمؒ) کے پاک سلسلہ کی طرف منسوب ہے اس امید کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ آپ کے مریدوں میں میرا حشر فرمائے گا۔اس لئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا ارشاد پاک ہے،کہ

”میرے رب کی عزت و جلال کی قسم بیشک میرا ہاتھ میرے مریدوں پر ویسے ہی سایہ فگن ہے جیسے آسمان زمین پر اور اگر میرا مرید عمدہ نہیں ہے تو میں عمدہ ہوں،اور میرے

رب کی عزت و جلال کی قسم میں اپنا قدم اپنے رب کی بارگاہ سے نہ بڑھاؤں گا حتی کہ (اے مریدو!) اللہ تعالیٰ مجھے اور تم سب کو جنت کی طرف روانہ نہ کردے"

مریدی لك البشری تکون علی الوفا

اذا کنت فی ضیق فتنجو بھمتی

مریدی تمسك بی و کن بی واثقا

فاحمیك فی الدنیا و یوم القیامة

انا لمریدی حافظ ما یخافه

و احرسه من کل شر و بلیة

و کن یا مریدی حافظا العهود نا

اکن حاضر المیزان یوم القیامة

(میرے مرید! تمہارے لئے بشارت ہے تم وفا پر قائم رہو، جب تم کسی تنگی و پریشانی میں ہو گے تو تم میری ہمت و طاقت سے نجات پاؤ گے، اے میرے مرید! مجھے مضبوطی سے تھامے رہو اور مجھ پر بھروسہ کرو، میں دنیا اور روز قیامت تمہاری حمایت و حفاظت کروں گا، ہر خوف و ہراس سے میں اپنے مریدوں کی حفاظت کرتا رہوں گا، اور ہر آفت و بلیات

اورشرورو فتن سے اس کی حفاظت کرتارہوں گا، اے میرے
مرید! تم ہمارے عہد و پیمان کی حفاظت کرو میں قیامت
کے دن میزان کے وقت حاضر رہوں گا)

ان سے، ان کے مشائخ سے اوران کے مریدوں سے قیامت تک اللہ تعالیٰ راضی
رہے، اورہمیں ان کی محبت اوراتباع کی توفیق فرمائے(آمین)

صلاتی علی المختار من خیر عدنان
سلامی علی الجیلانی شیخی و برھانی

(عدنان کی اولاد میں سے منتخب شدہ پر(یعنی آپ ﷺ پر) میرا
درود ہو، اورسلام ہو میرے شیخ و برہان عبدالقادر جیلانی پر)
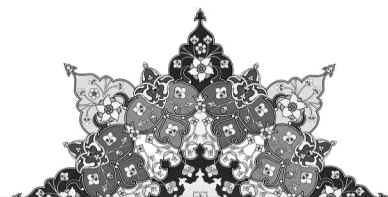
☆ قائلین تحریم سماع کے دلائل اور ان دلائل کے جوابات

☆ خلاصۂ مباحث

☆ تقریظات

☆ اشاریہ
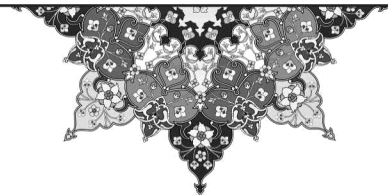
قائلین تحریم سماع کے دلائل اور ان دلائل کے جوابات

(۱) منکرین نے سماع کی تحریم پر باری تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ

(سورۃ لقمان: ایت ٦)

(اور کچھ لوگ لھو ولعب والی چیز خریدتے ہیں تا کہ وہ راہ حق سے (لوگوں) کو بغیر علم کے گمراہ کردیں اور وہ راہ حق کا استہزاء کرتے ہیں، انہیں لوگوں کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے)

حضرت ابن مسعود، ابن عباس، حسن بصری، ابراھیم نخعی رضی اللہ عنہم نے فرمایا:

(آیت کریمہ میں) "لھو الحدیث" سے مراد غناء (گانا) ہے۔

جواب

حافظ ابو محمد ابن حزم نے فرمایا کہ اسی آیت کریمہ " لیضل عن سبیل الله" سے منکرین کی تمام دلیلیں باطل ہو جاتی ہے۔"لیضل عن سبیل الله" ایسی صفت ہے کہ جو بھی اسے کرے گا وہ کافر ہو جائے گا، اگر کسی شخص نے اس نیت سے قرآن کریم کو خریدا کہ وہ اس کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کرے گا اور اس کا مذاق بنائے گا تو وہ آدمی بھی کافر ہو جائے گا۔

یہی وہ عمل ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے اور اس شخص کی مذمت نہیں فرمائی ہے جو "لهو الحدیث " اس لئے خریدے تا کہ اس سے نفس کو راحت وسکون بخشے اس لئے نہیں کہ اس سے لوگوں کو گمراہ کرے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

> ''جہاں تک " لھو الحدیث "کو دین کے بدلہ خریدنے یا اختیار کرنے کی بات ہے تو وہ یہ ہے کہ راہ حق سے گمراہ کرنے کے لئے، لھو الحدیث کو دین کے بدلہ میں اختیار کرنا حرام اور مذموم ہے، اس مسئلہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے ۔اور ایسا نہیں ہے کہ ہر غناء(گانا) دین کو چھوڑ کر حاصل

کیا گیا ہو، اور ہر غنـاء راہ حق بھٹکانے والا نہیں ہے، اور آیت کریمہ میں یہی مراد ہے (یعنی جو راہ حق سے گمراہ کر دے وہ حرام ہے اور جو گمراہ نہ کرے وہ مباح ہے)۔ اگر کسی نے راہ حق سے بھٹکانے کے لئے قرآن مجیـد کی تلاوت کی تو وہ تلاوت حرام ہے“

ایک منافق کی حکایت نقل کی گئی ہے کہ وہ امامت کرتا تھا اور نماز میں صرف سورہ عبس کی تلاوت کرتا تھا، اس لیے کہ اس میں رسول اللہ کے ساتھ عتاب کا ذکر ہے۔ تو حضرت عمر نے اس کے قتل کا ارادہ کیا اور اس کے اس فعل کو حرام قرار دیا اس لئے کہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے وہ اس سورہ کی تلاوت کرتا تھا۔ (جب بری نیت سے تلاوت کرنا حرام ہے) تو شعر اور غنـاء (گانا) کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کرنا بدرجہ اولی حرام ہے۔

(۲) سماع کے منکرین اس آیت کریمہ سے بھی استدلال کرتے ہیں:

أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ وَأَنتُمْ سَامِدُونَ

(سورۃ نجم: ایت ۵۹، ۲۰، ۲۱)

حضرت ابن عباّس نے فرمایا کہ ”سامد“ لغت حمیر میں غنـا کو کہتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں: اگر اس آیت سے غناء حرام ہے تو ضحک یعنی ہنسنا حرام ہے اور اسی طرح عدم بکاء یعنی نہ رونا بھی حرام ہے اس لئے کہ آیت کریمہ میں ضحک اور عدم بکاء بھی شامل ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ آیت کریمہ تو اس ضحک کے ساتھ مخصوص ہے جو مسلمانوں پر ان کے اسلام لانے کی وجہ سے ہے، تو یہ بھی ان اشعار و غناء کے ساتھ مخصوص ہے جو مسلمانوں کے استہزاء میں ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ

(سورۃ شعراء: ایت ۲۲۴)

اس سے مراد کافروں کے شعرا ہیں۔ یہ آیت کریمہ مطلق شعر کے حرام ہونے پر دلالت نہیں کر رہی ہے۔

(۳) ابن رشد نے اللہ تعالیٰ کے فرمان

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ

(سورۃ قصص، آیت ۵۵)

سے (غناء کی حرمت پر) استدلال کیا ہے

علامہ فاکھانی نے فرمایا کہ اس میں کون سی دلیل ملاہی اور غنـاء کے حرام ہونے پر ہے؟

(لغو کی تفسیر میں) مفسرین کرام کے چار اقوال ہیں اور ان میں سے کسی میں بھی ملاھی وغنـاء کا ذکر نہیں ہے۔ تو کیسے اس آیت سے دلیل قائم ہو سکتی ہے۔ بعض علماء کرام نے فرمایا کہ یہ آیت لغو سے اعراض کرنے والوں کے مدح وتعریف میں آئی ہے۔ یہ آیت کریمہ اعراض کے وجوب پر دلالت نہیں کر رہی ہے یعنی لغو (بیکار چیزوں) کو سننے سے اجتناب و پرہیز کرنے کے وجوب کو نہیں بتا رہی ہے کہ اس سے لغو کے حرام ہونے پر استدلال ہو۔ اس کا جواب یہ بھی ہے کہ لفظ کے عموم کا اعتبار ہے نہ کہ سبب کے خصوص کا، اور لفظ ''لغو'' عام ہے۔ لغت میں ''لغو'' ان بیکار باتوں کو کہتے ہیں جن میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ (اس معنی میں لغو کسی کے نزدیک حرام نہیں ہے)

(۴) آیت کریمہ

''واستفزز من استطعت منهم بصوتك''

(سورۃ بنی اسرائیل: ٦٤)

سے بھی دلیل پیش کرتے ہیں۔

اس کی تفسیر مجاہد نے غنا و مزامیر سے کی ہے، ابن حجر مکیؒ نے بھی اس آیت سے استدلال کیا ہے۔ اور جلالین میں ہے:

"استفزز "استخف" "من استطعت منهم بصوتك"
"بدعائك بالغناء والمزامير وكل داع الى المعصية"۔

یعنی اس آیت میں "بصوتك" سے مراد غنا و مزامیر اور ہر وہ شئ مراد ہے جو گناہ و معصیت کی طرف بلائے۔

(تفسر جلالین: سورۃ الاسراء، أیت ٦٤)

ہم کہیں گے کہ اس سے مراد وہ غناء ہے جس سے شیطان کی مراد یعنی گمراہی، شہوت، اور مخلوق کے ساتھ ناجائز عشق کو بڑھاوا ملے جیسا کہ اس بات پر مذکورہ آیت میں لفظ "شیطان" کا اضافہ بھی دلالت کر رہا ہے۔

احادیث سے بھی انھوں نے استدلال کیا ہے۔

(الف) ان میں سے ایک وہ ہے جسے امام بخاری نے روایت کیا ہے:
حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحر
والحریر والخمر والمعازف الخ

(میری امّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو حر، حریر، خمر، اور معازف کو حلال سمجھیں گے)

(بخاری کتاب الاشربة باب ما جاء فیمن یستحل الخمر ویسمیه بغیر اسمه رقم الحدیث ۵۵۹۰)

لفظ ”حر“ کو ابن ناصر نے ”حاء“ پر زیر، اور ”را“ تخفیف کے ساتھ لکھا ہے۔ ”حر“ کے معنی ہیں ”فرج“، یعنی امت کے کچھ لوگ زنا کو حلال سمجھیں گے، اور لفظ معازف عین مھملہ، زا، اور اس کے بعد فا کے ساتھ جو ”معزفة“، زا پر زبر کے ساتھ، کی جمع ہے۔ ”معزفة“ آلات ملاہی کو کہتے ہیں ہے۔ اور قرطبی نے جوہری سے نقل کیا ہے کہ معازف، غناء کو کہتے ہیں۔ اور صحاح میں ہے کہ معزفہ سے مراد ”لھو“ ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب، صوت الملاہی بھی ہے، اور دمیاطی کے حواشی میں ہے کہ معازف، دف، اور ان چیزوں کو کہتے ہیں جو بجائی جاتی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ”معازف“ گانے والوں کی آواز کو کہتے ہیں جب کہ سارنگی کے ساتھ گائے، اگر گانے میں سارنگی کا استعمال نہ ہو تو اس کو ”معازف“ نہیں کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا باتوں کا جواب چند طریقوں سے دیا گیا ہے:

اول: یہ روایت بخاری اور ہشام کے درمیان منقطع ہے جیسا کہ ابن حزم نے کہا: امام بخاری نے اس معلق روایت کو اپنی صحیح میں کہیں بھی اتصال سند کے ساتھ ذکر نہیں کیا ہے۔ امام زیلعی نے تخریج ہدایہ میں، فصل اللبس میں فرمایا:

کہا گیا ہے کہ برقانی اوراسماعیلی نے اپنی صحیحین میں جو صحیح بخاری کی تخریج ہے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

دوم: اس کی اسناد میں صدقہ بن خالد ہے اورابن جنید نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے ''انه لیس بشیء'' یعنی صدقہ بن خالد ضعیف راوی ہیں۔ اورمزی نے احمد سے روایت کیا ہے کہ وہ درست نہیں ہے۔ اگر کہا جائے کہ وہ رجال صحیح میں سے ہیں تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ رجال صحیح میں سے تو عمران بن حطان بھی ہیں حالانکہ ان پراوراس کے مذہب پر بعض محدثین نے جرح کیا ہے، اس لئے کہ جب عبدالرحمن بن ملجم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قتل کیا تو عمران بن حطان نے ابن ملجم کی تعریف کی۔

سوم: یہ روایت سند کے اعتبار سے مضطرب ہے، اس لئے کہ اس حدیث میں راوی کو صحابی کا نام میں شک پیدا ہو گیا ہے۔

جیسا کہ پہلے اس کا بیان آچکا۔ ابن تیمیہ نے ''منتقی الاخبار'' میں اس اضطراب کا جواب دیا ہے چنانچہ انہوں نے کہا:

''اس حدیث کو ابن ماجہ نے ابو مالک اشعری سے روایت کیا ہے اور روایت کرنے میں کسی قسم کا کوئی شک ظاہر نہیں کیا ہے''

میں کہتا ہوں کہ جس حدیث کو ابن ماجہ نے عقوبات کے باب میں روایت کیا ہے وہ عبداللہ ابن سعید کے طریق سے ہے اور عبداللہ بن سعید کو "التقریب" میں متروک کہا ہے۔

چہارم: یہ متن کے اعتبار سے بھی مضطرب ہے جیسا کہ متون کو دیکھنے والوں سے یہ پوشیدہ نہیں ہے۔

پنجم: لفظ "معازف" جس کے بارے میں ساری بحث ہے۔ ابوداؤد کی روایت میں وہ ہے ہی نہیں۔

ششم: لفظ "یستحلون" تحریم کے معاملے میں نص نہیں ہے۔ چنانچہ ابوبکر بن عربی نے اس کے دو معانی بیان کئے ہیں۔ پہلا معنی یہ کہ لوگوں کا اعتقاد ہے کہ وہ حلال ہے۔ اور دوسرا معنی یہ ہے کہ یہ ان امور میں استرسال سے مجاز ہے۔ یعنی "معازف" کی وجہ سے کہ فرائض، واجبات اور سنن وغیرہ بھی فوت ہو جائیں گے جیسا کے بعض دولت مند لوگوں کی عادت ہے۔ اور اس جگہ یہی معنی مراد ہے (کہ اگر سماع کی وجہ سے فرائض و واجبات فوت ہو جائیں تو وہ حرام ہے، ورنہ جائز ہے) اس لئے کہ حدیثیں بعض "معازف" کے جواز میں مروی ہیں۔

ہفتم: "معازف" کے مدلولات یعنی مفہوم میں اختلاف ہے (اس لئے کہ اس کا کوئی ایک معنی و مفہوم متعین نہیں ہے)۔ جیسا کہ اس کا بیان آچکا۔ اور جب لفظ میں آلہ اور غیر آلہ دونوں کا احتمال ہو تو ایسے لفظ سے استدلال کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ یا تو وہ لفظ مشترک ہوگا (یعنی اس کے کئی معنی ہوں گے اور سب حقیقی معنی ہوں گے۔ ایسی صورت میں قرینہ کے بغیر کسی ایک معنی کو متعین کرنا درست نہیں ہے۔ اور جب قرینہ نہ ہو تو ایسی صورت میں توقف کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس لفظ کے متعدد معنی میں سے کچھ حقیقی معنی ہے اور کچھ مجازی تو اس کے حقیقی معنی کو متعین نہیں کیا جا سکتا۔ (کیونکہ ہوسکتا ہے کہ مجازی معنی مراد ہو)۔

بعض لوگوں نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ "معازف" کا نام جس پر صادق آئے اس کے استعمال کی حرمت پر حدیث دلالت کرتی ہے۔

ہم کہیں گے کہ اس کلام پر یہ اعتراض لازم آئیگا کہ وہ غناء جسے نبی اکرم ﷺ نے دو باندیوں سے دف کے ساتھ سماعت فرمایا، اور اسی طرح وہ لھو حبشی (حبشیوں کا کھیل) جس کو آپ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا تھا اور دیکھنے کا حکم دیا تھا وہ سب (نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک) فعل حرام تھا۔ اس لئے کہ یہ دونوں بھی "معازف" کے معانی میں داخل ہیں اور جس نے نبی کریم ﷺ کے متعلق یہ کہا کہ نبی کریم ﷺ نے (العیاذ باللہ) فعل حرام کیا یا حرام کام کرنے کا حکم فرمایا، تو وہ کافر ہوگیا۔

ہشتم: یہ احتمال ہے کہ وہ "معازف" جس کی تحریم پر نص وارد ہے یہ وہ "معازف" ہے جو شراب نوشی اور دیگر فسق وفجور کے ساتھ ہو۔ اور کوئی بھی حدیث اس سے خالی نظر نہیں آتی۔ امام شافعیؒ کے نزدیک مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے، اور امام اعظمؒ کے نزدیک بعض صورتوں میں مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے (یعنی مطلق "معازف" حرام نہیں ہے۔ وہ "معازف" حرام ہے جو محرمات کے ساتھ ہو)۔

اگر آپ کہیں کہ تب تو اس حدیث سے شراب نوشی اور زنا وغیرہ کی حرمت بھی ثابت نہیں ہوئی۔ اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ شراب نوشی اور زنا کی حرمت دوسری صحیح دلیل سے ثابت ہے جو غیر منسوخ ہے، کسی راجح یا مساوی نص کے معارض نہیں ہے، اور نہ مؤوّل ہے، بلکہ اس دلیل میں تاویل کا احتمال بھی نہیں ہے۔ اور جس نص سے غنا، "معازف" اور مزامیر کی تحریم ثابت ہو رہی ہے وہ ایسی نہیں ہے۔

امام غـزالی نے فرمایا:

"کسی ایک جگہ جواز ثابت ہو تو وہ اباحت پر نص ہے۔ اور ہزاروں جگہ ممـانعت ثابت ہو تو ایسی نص میں تاویل اور تنزیہ کا احتمال ہوتا ہے۔ فعل میں یہ بات نہیں ہے اسی لئے

اگر کسی فعل کی حرمت ثابت ہو جائے تو اس میں تاویل کا کوئی
احتمال باقی نہیں رہتا، اور وہ اکراہ کی وجہ سے ہی جائز ہو سکتا
ہے۔اور جو فعل مباح ہو وہ بہت سارے عواض سے حرام
ہو جاتا ہے یہاں تک کہ نیتوں اور ارادوں سے بھی“

(ب) انھیں میں سے ایک وہ حدیث ہے جس کو ابوداؤد نے ” ابواب الاشربہ“ میں ولید بن عبدۃ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے شراب، قمار، کوبہ، غبیراء، سے منع کیا اور فرمایا کہ ہر نشہ آور شیء حرام ہے۔

(ابو داؤد کتاب الاشربة باب النهی عن المسکر رقم الحدیث ۳۶۸۷)

کوبہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ طبلہ کی ایک قسم ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ”نرد“ ہے۔ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ ”باجہ“ ہے، غبیراء کے بارے میں کہا گیا کہ یہ ”طنبور“ ہے۔اور ایک قول یہ ہے کہ ”سارنگی“ ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد ”بربط“ ہے۔

کہا گیا ہے کہ وہ ”مزر (مشروب)“ ہے جو ”مکئی“ یا ”گیہوں“ سے بنایا جاتا ہے۔ اور اس حدث کی سند میں ولید بن عبدہ ہے، جن کے متعلق ابو حاتم الرازی نے کہا کہ وہ مجہول ہیں۔اور منذری نے کہا کہ یہ حدیث معلول ہے۔

(ج) نیز ابو داؤد کے نزدیک نافع سے ایک روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ابن عمر نے "مزمار" سنا تو اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں پر رکھ لیا، اور اس راستے سے دور ہو گئے، اور مجھ سے کہا کہ اے نافع کچھ سنتے ہو؟ میں نے کہا نہیں تو انہوں نے اپنے کانوں سے انگلیاں ہٹا لی۔ اور فرمایا کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا آپ نے اس طرح سنا تو ایسا ہی کیا۔ ابو داؤد نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے۔ اسے احمد اور ابن ماجہ نے تقریبا ایک ہی طرح کے الفاظ کے ساتھ راویت کیا ہے۔

اس حدیث کا جواب دو طرح سے دیا گیا ہے۔

پہلا جواب : یہ حدیث منکر ہے اسی لئے اس سے استدلال درست نہیں ہے۔

دوسرا جواب : اگر اس کا سننا حرام تھا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے ابن عمرؓ کے لئے اسے کیوں مباح کر دیا۔ اور ابن عمرؓ نے نافع کے لئے کیوں مباح کیا۔ اگر اس کا سننا حرام ہوتا آپ ﷺ ضرور اس سے منع فرماتے اور آلہ کے توڑ دینے کا حکم فرماتے کیونکہ ضرورت کے وقت مسائل کو بیان کرنے میں تاخیر کرنا جائز نہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چرواہے کو (جو بجا رہا تھا) اس لئے منع نہیں فرمایا، کیونکہ آپ (مکہ میں رہنے کی وجہ سے) اس کو روکنے پر قادر نہ تھے۔ تو اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ ابن عمر ظہور اسلام کے بعد اور

اسلام کی تقویت کے بعد مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے تھے۔پس حضور ﷺ کا انکار نہ کرنا، دلیل ہے اس بات کی کہ سماع حرام نہیں ہے۔اور نبی کریم ﷺ کا سماع سے پرہیز کرنے کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ آپ ﷺ نے یہاں پر بھی اسی طرح اجتناب فرمایا جیسا کہ آپ ﷺ بہت ساری مباحات سے بچا کرتے تھے، مثلاً دراہم و دنانیر کی موجودگی میں حضور ﷺ نے گھر میں شب گزارنے سے اجتناب فرمایا۔اور شریعت میں اس طرح کی بہت سے مثالیں موجود ہیں۔

"الایضاح" میں ہے :

حضور ﷺ کی ذات، اس سے پاک ہے کہ کسی ناپسند جگہ سے، آپ ﷺ کا گزر ہو اور اس کو منع نہ کریں، یا کسی باطل چیز کو دیکھیں اور اس کا ابطال نہ کریں۔اس لئے کہ حلال وحرام کی پہچان حضور ﷺ کی ذات پاک کے ذریعہ ہی ہوتی ہے۔ اگر وہ حرام ہوتا تو حضور ﷺ، صحابہ کرام ؓ کو ضرور مطلع فرماتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے کانوں کو بند کر لینا، دو معنوں کا احتمال رکھتا ہے۔ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ سلم سب سے کامل اور اہم اور افضل ترین حالتوں پر چلنے والے تھے۔

دوسرا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب کبھی ذکر و فکر سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ اور آپ ﷺ کا قلب اطہر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہتا تھا۔ تو ہوسکتا تھا کہ ''چرواہے کا بانسری بجانا، ،آپ کے شغل میں خلل پیدا کر رہا ہو، کیونکہ اس کی تاثیر قلب میں جاتی ہے۔ جیسا کہ آپ نے ابوجہم کے کپڑے نماز سے فارغ ہونے کے بعد اتار دئیے اس لیے کہ اس پر نشانات تھے، جو آپ کی حالت و وقت سے توجہ ہٹا دیتے تھے۔ ہم یہ نہیں کہیں گے کہ یہ حدیث کپڑوں پر نشانات (نقاشی وغیرہ) کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔ بلکہ یہ سمجھا جائیگا کہ اس چیز نے آپ کے قلب کو مشغول کر دیا تو آپ ﷺ نے اسے اتار دیا، اسی طریقے سے کانوں کے بند کرنے کا معاملہ ہے۔

(ایضاح الدلالات فی سماع الالات، ص:۴۰)

''احیاء العلوم'' میں بھی ایسا ہی ہے۔

(د) ابوداؤد میں ابن العبد وغیرہ کی ایک روایت میں ایک شیخ سے مروی ہے: وہ ابووائل کے ساتھ ایک ولیمہ میں گئے تو وہاں پر لوگ کھیل کود اور گانے میں مشغول ہو گئے۔ ان کو دیکھ کر ابووائل نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ غناء (گانا) قلب میں نفاق پیدا کرتا ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الادب باب کراھیة الغناء والمزامیر رقم الحدیث:۴۹۲۹)

"الاطراف" میں ایسا ہی منقول ہے۔ اس حدیث کی سند میں شیخ مجہول ہے اور کسی روایت میں اس کا نام نہیں ہے اور ایسا ہی ابن مسعود وغیرہ سے مرفوعا اور موقوفا مروی ہے۔ امام غزالیؒ نے فرمایا کہ "رفع" صحیح نہیں ہے یعنی اس حدیث کی سند، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نہیں پہنچتی ہے۔ ابن طاہر نے کہا کہ صحیح تر سند میں یہ ابراہیم کا قول ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی نے فرمایا کہ:

"گانے والے کے حق میں نفاق پیدا ہوتا ہے اس لئے کہ اس کا مقصد (گانے کا معاوضہ حاصل کرنے کے لئے) اپنے آپ کو غیر پر پیش کرنا ہے، وہ اپنی آواز کو رائج کرتا ہے، وہ لوگوں سے منافقانہ انداز میں محبت کا اظہار کرتا ہے تاکہ لوگ اس کے گانے کو پسند کریں۔ اور یہ بھی حرام نہیں ہے"

(احیاء العلوم باب بیان حجج القائلین بتحریم السماع، ۲۸۶/۲)

اس حدیث میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد وہ غناء ہو جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جھوٹ شامل ہو، یا اس میں صحابہ کرامؓ یا نیک بندوں پر طعن و تشنیع ہو، یا اس میں انساب پر طعن ہو اور مذموم تفاخر شامل ہو جو نفاق پیدا کرتا ہے، اور ایسا غناء، بلاشبہ حرام ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور اگر اس قول کو مطلق مانا جائے تو لازم آئے گا

کہ وہ غنا جسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ وغیرہ نے سنا ہے، وہ حرام ہے۔ اور یہ کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا۔

(ہ) انہیں میں سے ایک روایت وہ ہے جسے ترمذی نے سورہ لقمان کی تفسیر میں ابوامامہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "قینات" نہ بیچو اور نہ خریدو نہ ان کو گانے کی تعلیم دو۔ ان کی تجارت میں کوئی خیر نہیں ہے۔ اور ان کی قیمت حرام ہے۔ انہیں چیزوں کے متعلق آیت کریمہ "ومن الناس من یشتری لھوا لحدیث لیضل عن سبیل اللہ" نازل ہوئی۔

(ترمذی، کتاب التفسیر باب ومن سورۃ لقمان رقم الحدیث ۳۴۹۹)

یہ حدیث غریب ہے یہ قاسم کی حدیث سے ہی روایت کی جاتی ہے جو کہ ابوامامہ سے روایت کرتے ہیں، قاسم ثقہ ہیں۔ اور علی بن یزید کی (جو اس سند میں قاسم کے شاگرد ہیں) تضعیف کی جاتی ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری نے اس کے بارے میں ایسا ہی کہا ہے۔ اور "التقریب" میں ہے کہ علی بن یزید بن ابی زیاد الھانی، جو قاسم بن عبدالرحمن کے شاگرد ہیں، ضعیف ہیں۔ چھٹے طبقہ میں سے ہیں۔ نیز اس کی اسناد میں عبید اللہ بن زجر ہے جس کے بارے میں ابومسہر نے کہا کہ ان کی روایت معضل ہوتی ہے۔ اور ابن معین نے کہا کہ وہ ضعیف ہے۔ اور ایک مرتبہ اس کے بارے میں فرمایا لیس بشیء" (یہ الفاظ تضعیف میں سے ہے) اور ابن المدینی نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔

دار قطنی نے کہا کہ وہ قوی نہیں ہے ۔ابن حبان نے کہا کہ اثبات (ثقہ راویوں) سے موضوعات کو روایت کرتا ہے ۔اور جب علی بن یزید سے روایت کرتا ہے تو وہ من گھڑت باتیں بیان کرتا۔

حضرت ابوامامہ کی حدیث کی طرح حضرت عائشہؓ سے بھی مروی ہے ۔امام غزالیؒ نے فرمایا: ہم کہتے ہیں کہ "قینۃ" سے مراد وہ باندی ہے جو محفل شراب میں مردوں کے لئے گاتی ہے، ۔اور ہم نے اس سے پہلے وضاحت کر دی ہے کہ اجنبی عورت کا، فاسق وفاجر لوگوں کے لئے گانا، اور ایسے لوگوں کے لئے گانا جن سے فتنہ کا اندیشہ ہو، حرام ہے ۔اور "قینۃ" سے ان کی مراد وہی ہے جو ممنوع ہے ۔ باندی کے اپنے مالک کے لئے گانے کی حرمت اس حدیث سے نہیں سمجھی جاسکتی، بلکہ غیر مالک کے لئے بھی عدم فتنہ کے وقت (گانا حرام نہیں ہے) اس دلیل کی بنیاد پر جو صحیحین میں روایت کی گئی ہے حضرت عائشہ کے گھر میں دو باندیوں کے گانے کے بارے میں۔

(و) نیز امام ترمذیؒ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے تخریج کی ہے :

"عن علی قال قال رسول الله ﷺ اذا فعلت امتی خمس عشرة خصلة حل بها البلاء قيل و ما هي يا رسول الله قال اذا كان المغنم دولاء و الامانة مغنما و الزكوٰة مغرما و اطاع الرجل

زوجتہ و عق امہ و بر صدیقہ و جفا اباہ و
ارتفعت الاصوات فی المساجد و کان زعیم
القوم ارذلھم و اکرم الرجل مخافۃ شرہ و
شربت الخمور و لبس الحریر و اتخذت القیان
و المعازف و لعن اخر ھذہ الامۃ اولھا
فلیرتقبوا عند ذلک ریحا حمراء او خسفا او
مسخا۔"

(حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میری امت پندرہ خصائل کی عادی ہو جائے گی تو وہ بلاء اور مصیبت میں گرفتار ہو جائے گی۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کونسی چیزیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب مال غنیمت ذاتی دولت بن جائے، امانت کو لوگ مال غنیمت سمجھنے لگیں، زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھا جانے لگے، شوہر اپنی بیوی کی اطاعت اور ماں باپ کی نافرمانی کرنے لگے، دوستوں کے ساتھ بھلائی اور ماں باپ کے ساتھ ظلم و زیادتی ہونے لگے، مسجد میں شور و شغب ہونے لگے، قوم کا سب سے زیادہ ذلیل آدمی، قوم کا حکمراں بن جائے، کسی شخص کی عزت اس کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے کی جائے، شراب پی

جائے، ریشمی کپڑا پہنا جائے، اور گانے بجانے والی لڑکیوں اور معازف (موسیقی) کو اپنایا جائے، امت کے بعد کے زمانے کے لوگ اپنے متقدمین / اپنے اکابر پر لعن طعن کرنے لگیں، تو ایسے زمانہ میں لوگ، عذاب کا انتظار کریں جو سرخ ہوا، یا زمین میں دھنس جانے، یا پھر مسخ کی شکل میں ہوگا۔

(جامع ترمذی کتاب الفتن، باب ماجاء فی علامۃ حلول المسخ والخسف رقم الحدیث ۲۳۷۱)

یہ حدیث غریب ہے اس کو ہم حضرت علی کی حدیث سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں، ہم کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتے جس نے فرج بن فضالہ کے علاوہ اس حدیث کو یحیٰ بن سعید انصاری سے روایت کیا ہو۔ کچھ محدثین کرامؒ فرج بن فضالہ پر کلام (یعنی جرح) کرتے ہیں اور ان کے حافظہ کی وجہ سے ان کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ "تقریب" میں ہے: فرج بن فضالہ بن نعمان تنوخی شامی ضعیف ہے۔ آٹھویں طبقہ میں سے ہے۔

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو رمیح جزامی سے بھی روایت کیا ہے جو کہ مجہول ہے۔ اور امام ترمذی نے عمران بن حصین سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس امت میں خسف (دھنسانا)، مسخ (صورتیں بگاڑ دینا)، قذف ہوں گے۔ تو ایک مسلمان نے عرض کیا یا رسول

اللہ ﷺ یہ سب (آفتیں) کب نازل ہوں گی؟ آپ نے فرمایا جب قیان، معازف، ظاہر ہو جائیں گے اور شراب نوشی عام ہو جائے گی۔

یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد میں عباد بن یعقوب کوفی رافضی ہے، اور اس کے بارے میں ابن حبان نے فرمایا کہ وہ اس کا مستحق ہے کہ چھوڑ دیا جائے۔ اور اسی میں عبد اللہ بن عبد القدوس بھی ہے جس پر رفض کا الزام ہے اور یہ بھی خطا کرتا تھا، اور یہ تینوں احادیث (ترمذی کی) کتاب الفتن میں ہیں

(ز) اور انھیں میں سے ایک حدیث وہ ہے جسے ابن ماجہ نے ''ابواب التعزیر'' میں مخنثوں کے ذکر میں روایت کیا ہے:

''عن صفوان بن امية قال كنا عند رسول الله ﷺ فجاء عمرو بن ابی قرة فقال يارسول الله قد كتب علی الشقوة فما اراني ارزق الا من دفی بكفی فاذن لی فی الغناء فی غير فاحشة فقال رسول ﷺ لا اذن لك''

(سنن ابن ماجه كتاب الحدود، باب المخنثين، باب التعزير رقم الحديث: ۲۷۱۱)

(صفوان بن امیہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، اسی وقت عمرو بن ابوقرہ

آئے، اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بدبختی میرا مقدر ہو چکی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اپنی ہتھیلیوں سے دف بجا کر ہی رزق پاتا ہوں، اس لئے غیر فاحشہ چیزوں میں مجھے غناء کی اجازت دے دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمھیں اجازت نہیں دوں گا)

اس کی اسناد میں یحیٰ بن العلاء البجلی ہے جس پر وضع حدیث کا الزام ہے، نیز اس میں بشر بن نمیر ایک ایسا راوی ہے جو متروک و متہم ہے۔ اس کے علاوہ یہ حکم مخنثوں کے بارے میں ہے ان کی فحش کلامی اور خبیث کردار کی وجہ سے۔

(ح) انہیں میں سے ایک حدیث وہ ہے جسے حاکم نے مستدرک میں جہاد بیان میں روایت کیا ہے:

"عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ قال كل شیء من لهو الدنيا باطل الا ثلاثة انتضالك بقوسك و تأديبك فرسك وملاعبتك اهلك فانهن من الحق"

(مستدرک للحاکم فی الجہاد ۲/۱۰۴، رقم الحدیث ۲۴۶۸)

(حضرت ابوھریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین کھیلوں کے علاوہ دنیا کا ہر کھیل باطل ہے۔ تمہارا

تیر میں پیکان لگانا،گھوڑے کو سدھانا،اور اپنی زوجہ کے ساتھ
کھیلنا،اس لیے کہ یہ حق ہے)

امام حاکم نے فرمایا: امام مسلم کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے۔جبکہ ذھبی نے اپنے مختصر میں اس کا تعاقب کیا ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ سوید بن عبدالعزیز اس اسناد کے اندر متروک راوی ہے۔

ابن ابی حاتم نے اپنے والد اور ابوزرعہ سے اس حدیث کو مرسلا نقل کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔اور اسی کے ہم معنی حدیث عقبہ بن عامر، جابر بن عبداللہ اور عمر بن خطاب سے بھی روایت کی گئی ہے جیسا کہ زیلعی میں ہے۔اور صاحب ہدایہ وصاحب کفایہ وغیرہ مانعین نے اس حدیث کے مفہوم کو ذکر کیا ہے۔اور اس حدیث سے حرمت غناو مزامیر پر استدلال کیا ہے۔جس کا جواب امام غزالیؒ نے ''الاحیاء'' میں دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا: ہم نے کہہ دیا کہ حدیث میں مذکور لفظ ''باطل'' تحریم پر دلالت نہیں کر رہا ہے بلکہ عدم فائدہ کو بتارہا ہے۔اس کو تسلیم بھی کیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ حبشیوں کے کھیل اور رقص کو دیکھنا بھی لہو ہے اور حدیث میں مذکور تین چیزوں کے علاوہ ہونے کی وجہ سے باطل ہے اس کے باوجود حرام نہیں ہے۔

(احیاء علوم الدین باب بیان حجج القائلین بتحریم السماع ۲/۲۸۵)

اور مانعین نے اس جواب کو مان لیا اور کہہ دیا کہ وہ صحیح ہے۔جیسا کہ

''النیل'' میں ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ (حدیث میں مذکور تین چیزوں میں) شارع علیہ الصلوۃ و السلام کا مقصد حصر نہیں ہے بلکہ گفتگو کے انداز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلام کیا۔ اور اس پر وہ حدیث دلالت کر رہی ہے جسے امام نسائی نے ''عشرۃ النساء'' میں روایت کیا ہے۔

''عن جا بر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ یقول کل شیء لیس من ذکر اللہ فھو لھو و لعب وفی لفظ و ھو سھو و لغو الا اربعة ملاعبة الرجل امرأته و تأديب الرجل فرسه ومشي الرجل بين الغرضين و يعلم الرجل السباحة''

(کتاب عشرۃ النساء للنسائی، باب ملاعبة الرجل زوجته، ص:۸۷، رقم الحدیث ۵۳)

حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ شی جس کا تعلق ذکر اللہ سے نہ ہو وہ لہو ولعب ہے۔ اور ایک عبارت میں ہے ''ھو سھو و لغو'' یعنی وہ سہو ہے اور لغو ہے، سوائے چار چیزوں کے، مرد کا اپنی عورت سے ملاعبت کرنا، مرد کا اپنے گھوڑوں کو سدھانا، مرد کا دو ہدفوں کے درمیان چلنا اور مرد کا تیراکی سیکھنا۔

(ط) اورانہیں میں سے ایک روایت وہ ہے جسے امام احمد نے ابوامامہ سے اوروہ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تبیت طائفہ من امتی علی اکل و شرب و لھو ولعب ثم یصبحون قردۃ و خنازیر و تبعث علی احیاء من احیائھم ریح فتنسفھم کما نسف من کان قبلکم باستحلالھم الخمر و ضربھم الدفوف و اتخاذھم القینات''

(مسند احمد بن حنبل، باقی مسند الانصار، حدیث ابی امامہ، رقم الحدیث: ۲۲۲۸۵)

(میری امت کی ایک جماعت شراب وکباب اورلہو و لعب میں رات گزارے گی پھروہ سب صبح میں بندراورخنزیر کی شکل میں ہوں گے پھران میں سے جوزندہ بچیں گے ان پرایسی ہوا چلے گی جوانہیں اڑالے جائیگی جیسا کہ تم سے پہلے کے لوگوں کو اڑالے گئی اور یہ اس وجہ سے کہ ان لوگوں نے شراب اور دف بجانے کو حلال سمجھ لیا تھا اورگانے بجانے والی لونڈیوں کو اختیار کرلیا تھا)

اس حدیث سے استدلال کا پہلا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں فرقد السبخی ہے۔ امام احمد نے کہا کہ وہ قوی نہیں ہے۔ امام ترمذی نے کہا کہ یحیٰ بن سعید نے اس کے بارے میں کلام کیا ہے۔ اور فرقد سے لوگوں نے روایت کی ہے،۔ ابن معین نے کہا کہ وہ ثقہ ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث میں مذکور چار چیزوں (اکل وشرب ولہو ولعب) میں واو جمع کے لئے ہے لہذا حکم پورے مجموعہ پر ہوگا نہ کہ ہر فرد پر۔ اور اس کی مثل گذر چکی، دیکھ لیجئے۔

(ی) انہیں میں سے ایک وہ روایت ہے جسے محمد بن اسحاق نیشاپوری نے حدیث ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے:

''ان النبی ﷺ قال استماع الملاهی معصیة و الجلوس علیها فسق و التلذذ بها کفر''

(نیل الاوطار، باب ما جاء فی آلة اللهو، ۱۷۹/۸)

(نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ملاہی'' کا سننا گناہ ہے، اس جگہ بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لذت حاصل کرنا کفر ہے)

اسے ابو شیخ نے مکحول سے مرسلا روایت کیا ہے۔ (یعنی یہ حدیث منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے) اور دلیل اباحت کے ضمن میں ہم نے بیان کر دیا کہ ملاہی سے کیا مراد ہے۔ اس قسم کی زیادہ تر روایتیں مانعین کی زبانوں پر جاری رہتی ہیں اور ان کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔

اس باب میں طبرانی کی ایک حدیث حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔ایک حدیث حضرت علیؓ سے مروی ہے جسے قاسم بن سلام نے روایت کیا ہے۔حضرت انس سے مروی ہے جسے نیشا پوری نے روایت کیا ہے۔ نیز علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ابن غیلان نے بیان کی ہے،حضرت ابن مسعود سے مروی ہے جسے نیشا پوری نے روایت کی ہے،ابن عمر سے روایت ہے جس کی تخریج طبرانی نے معجم الکبیر میں اور خطیب نے تاریخ بغداد میں کی ہے،حضرت علی سے ایک اور روایت خطیب نے بھی بیان کی ہے ۔ابن مسعود سے ایک روایت ابن ابی الدنیا نے بیان کی ہے۔

حضرت انس سے دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کی ہے،ابن مسعود سے ابن الصیصری نے بھی ''الامالی'' میں روایت کیا ہے،حضرت جابر سے بیہقی نے روایت کیا ہے،حضرت انس سے ابن مردویہ اور بزار نے روایت کیا ہے ۔ضیاء المقدسی نے بھی اپنی کتاب ''المختارۃ'' میں روایت کیا ہے،اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے ۔حضرت عائشہ سے بیہقی نے روایت کیا ہے ۔ حضرت علی سے حاکم نے بھی تاریخ دیلمی میں روایت کیا ہے، ابوامامہ سے ابوداؤد الطیاسی، احمد اور ابن منیع نے روایت کیا ہے ۔حضرت ابن عباسؓ سے دیلمی اور بزار نے روایت کیا ہے، حضرت جابر سے دارقطنی اور دیلمی نے بھی روایت کیا ہے، اور ابن عمر سے احمد نے بھی روایت کیا ہے، اور ان سب کو

علماء کرام نے کتاب کی شکل میں جمع کیا، جن میں ابن طاہر، ابن حزم، ابن ابی الدنیا، ابن حمدان اربلی اور ذھبی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔لیکن تمام احادیث ضعف ووضع سے خالی نہیں ہیں۔اور اس باب کی تمام احادیث کو ظاہریہ، مالکیہ، حنابلہ، شافعیہ، اور صوفیہ کی ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے۔ابن طاہر نے کہا کہ ان میں سے ایک حرف بھی صحیح نہیں ہے۔

اور حافظ ابومحمد ابن حزم نے کہا کہ اس باب میں کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے جو کچھ اس میں ہے سب موضوع ہیں۔اور ابو مالک کی حدیث کا وہی جواب دیا ہے جو ہم نے ماقبل میں پیش کر دیا۔اور اس جواب سے ابو بکر بن عربی نے اپنی کتاب ''الاحکام'' میں اتفاق کیا ہے اور کہا ہے کہ تحریم کے سلسلہ میں کچھ صحیح نہیں ہے۔اور ایسا ہی ابن النحوی نے ''العمدۃ'' میں اور عراقی نے ''تخریج الاحیاء'' میں فرمایا ہے۔فاکھانی نے کہا کہ تحریم ملاہی کے سلسلہ میں کسی صریح حدیث کا مجھے علم نہیں ہے، نہ قرآن مجید میں اور نہ ہی سنت میں۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ نے فرمایا:

ملاہی کے حرام ہونے کے سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔اور امام غزالیؒ نے فرمایا کہ تحریم سماع پر نہ کوئی نص دلالت کرتی ہے اور نہ قیاس۔ہم کہتے ہیں کہ نص اور قیاس دونوں ہی سے سماع کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

فیروزآبادی نے "سفر السعادۃ" میں فرمایا:

در ذم سماع حدیثی صحیح نشدہ است
یعنی سماع کی مذمت میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ ممانعت کی اسانید سے اگر چہ انفرادی طور پر استدلال ناممکن ہے لیکن مجموعی طور پر استدلال کیا جا سکتا ہے، خصوصاً اس وقت جب بعض اسناد کو حسن قرار دیا گیا ہو، اگر ایسا نہ ہو تو کم از کم حسن لغیرہ کی قسم میں وہ اسانید شامل ہو سکتی ہیں، خصوصاً قینات مغنیات کی بیع کے سلسلہ میں احادیث نہی متعدد طرق سے ثابت ہیں۔ اور اسی طرح یہ حدیث "ان الغناء ینبت النفاق" بھی کئی طرق سے ثابت ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اسانید جواز (جواز کو بتلانے والی احادیث) صحیح ہونے کی وجہ سے، عمل کے ذریعہ قوی ہونے کی وجہ سے، اور کسی تاویل کا احتمال نہ رکھنے کی وجہ سے تعارض کے وقت حرمت کی احادیث پر مقدم ہوں گی۔ اس لئے کہ نہی کی احادیث قوی نہیں ہیں۔ اور ان میں تاویل کا احتمال بھی ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل اس کا بیان آچکا ہے۔

پھر اگر اعتراض کیا جائے کہ دونوں فریق کے دلائل پر غور و فکر کرنے والے پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ محل نزاع (یعنی سماع کا مسئلہ) اگر چہ دائرہ

حرام سے خارج ہے مگر اب بھی شک وشبہ کے دائرہ سے باہر نہیں ہے اور مسلمان شبہات کی جگہوں سے بھی بچتے ہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے:

من ترکها فقد استبرأ لعرضه و دینه ومن حام حول الحمی یوشك ان یقع فیه

(جس نے ان شبہات یعنی ایسی چیزیں، جن کا حرام یا حلال ہونا صراحت کے ساتھ موجود نہیں ہے، بلکہ ان کی حلت و حرمت کے متعلق شریعت میں کوئی وضاحت نہیں ہے کو چھوڑ دیا اس نے اپنے دین وعزت کی حفاظت کی، اور جو اس کے ارد گرد آیا ممکن ہے کہ وہ اس (حرام) میں مبتلا ہو جائے)

اس کا جواب یوں دیا جائے گا کہ اشتباہ یعنی شک وشبہ، دلیل کی برابری ہی کی وجہ سے ہوگا اور اس جگہ یعنی سماع کے معاملہ میں جائز کہنے والوں کے دلائل زیادہ قوی ہیں، اس لئے اس جگہ اشتباہ موجود ہی نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ علمائے خوارزم کے مجموعہ فتاوی میں اس کی صراحت کردی گئی ہے کہ اس زمانہ میں اکثر مسائل شرعیہ میں دلائل کے مختلف ہونے اور عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوری ہونے کی وجہ سے شبہات سے اجتناب و پرہیز کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے ایک مسلم پر واجب یہ ہے کہ وہ حرام سے بچتا رہے۔

اگر آپ اعتراض کریں کہ حدیث میں آیا کہ جب حلال و حرام کا اجتماع ہوتو اس وقت حلال پر حرام غالب ہوتا ہے، اس اعتبار سے یہ حدیث بھی حرام ہی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہیں گے:

ہمیں اس کی صحت تسلیم نہیں ہے یعنی اس حدیث کو ہم، صحیح نہیں مانتے ہیں۔امام بیہقی نے فرمایا کہ اسے جابر جعفی نے شعبی سے اور انہوں نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے جس میں ضعف وانقطاع ہے۔

زین العراقی نے " تخریج منہاج الاصول" میں فرمایا:

"اس (حدیث کی) کی کوئی اصل نہیں ہے"

اسی طرح ابن مفلح نے اپنی اصول کی کتاب کے شروع میں ان احادیث کے ذکر میں جن کی کوئی اصل نہیں ہے، اس حدیث کا بھی ذکر کیا ہے۔

اسی طرح مقاصد حسنہ میں ہے کہ جعفی جھوٹا ہے۔امام ابوحنیفہؒ نے اس کی تضعیف کی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ فقہاء واصولین نے اس حدیث کو تسلیم کیا

ہے اور اسے اصول کا قاعدہ قرار دیا ہے۔اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ بعض مسائل میں ان کے اس تسلیم شدہ کلیہ پر عمل نہیں ہو پاتا ہے کیوں کہ حرام وحلال کے بے شمار مسائل میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ جیسا کہ مقتدی کے لئے وجوب قرات کا مسئلہ، گوہ کھانے کے جواز کا مسئلہ (جانور ذبح کرتے وقت) جان بوجھ کر بسم اللہ نہ پڑھنے کا مسئلہ، جو کہ شوافع کے نزدیک جائز اور احناف کے نزدیک حرام ہے۔ شراب کو سرکہ بنانے، ذمیوں کو مسجد حرام میں داخل کرنے اور سرقین (گوبر کا گنڈا جس سے چولہا جلاتے ہیں) فروخت کرنے کا مسئلہ جو کہ امام اعظم کے نزدیک جائز ہے اور شوافع کے نزدیک حرام۔

"الاشباہ والنظائر" میں ہے :

"اس قاعدہ سے کئی مسائل خارج ہیں۔"

پہلا مسئلہ: یہ کہ جس کے والدین میں سے ایک کتابی اور دوسرا مجوسی ہو تو ان کا نکاح اور ان کا ذبیحہ حلال ہے۔(احناف کے نزدیک) اس کو کتابی سمجھا جائے گا، جب کہ قاعدہ کی روشنی میں اس کو مجوسی ماننا چاہئے تھا۔امام شافعی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے (کہ وہ مجوسی کے حکم میں ہے)

دوسرا مسئلہ : جو خارج ہے، یہ ہے کہ جب برتنوں میں بعض پاک اور بعض ناپاک ہوں، اور ان میں ناپاک برتن کم ہوں، تو اس وقت تحری یعنی غور وفکر کرنا جائز ہے۔ جس کے ناپاک ہونے کا زیادہ گمان ہو اسے بہایا جائے گا، حالانکہ احتیاط کا تقاضـا یہ ہے کہ سب کو بہایا جائے۔

تیسرا مسئلہ : یہ ہے کہ ایسے کپڑوں میں تحری یعنی غور وفکر کرنا جائز ہے جن میں بعض ناپاک اور بعض پاک ہوں اور پتہ نہیں چل رہا ہو (جن کپڑوں کے پاک ہونے کا زیادہ گمان ہو ان کو پہن لیا جائے، حالانکہ قاعدہ کے رو سے احتیـاطاً، کسی بھی کپڑے کا پہنا جائز نہیں ہونا چاہئے تھا)''

اس قاعدہ کلیہ (ضابطہ) کو مان لینے کی شکل میں ہم کہیں گے دونوں دلیلوں کے درمیان برابری کے وقت یہ حکم ہے، اور یہ مجوزین کے نزدیک برابری نہیں ہے۔

لقد اسمعت لو نادیت حیا ولکن لا حیاۃ لمن تنادی

خلاصۂ مباحث

حاصل کلام یہ ہے کہ سماع کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) وہ سماع جو مطلقا حرام ہے۔اوراس کے حرام ہونے کے کئی اسباب ہیں: یا تو اس لئے ہے کہ سننے والے پر نفسانی خواہشات اور اس کی لذتوں کا غلبہ ہو، دنیا کی محبت اس پر چھا گئی ہو، اور باطن گندے ہو گئے ہوں اور سماع، ان کو انہیں باتوں پر ابھارتا ہو جو ان پر غالب ہیں۔ان کے دلوں میں برے خیالات بسے ہوئے ہوں اور سماع سے ان کا مقصد، زنا ولواطت وغیرہ جیسے حرام شہوت ہوں، یا شہوت کے دواعی ہوں مثلا بیوی اور باندی کے علاوہ کسی عورت کو شہوت کے ساتھ چھونا، دیکھنا، اور بوسہ لینا ہو۔ یا سنانے والی ایسی عورت ہو جسے دیکھنا حلال نہ ہو۔اوراس کی سماع سے فتنہ کا اندیشہ ہو جیسے کہ گانے والی فاحشہ و زانیہ عورتیں ہندوستان کے اکثر شہروں میں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے وہ شہر اوران کے باشندے برباد ہو گئے۔اورعورت کے معنی میں وہ امرد بھی شامل ہے جس سے فتنہ کا اندیشہ ہو جیسے وہ بچہ جو زنانہ علامتوں سے مزین ہو یا زیورات سے آراستہ ہو، اور گاتا بھی ہو اور گانے کی حالت میں آنکھوں سے اشارہ کرتا ہو۔ یا غناء (گانا)، جھوٹ، فحش، طعن و

تشنیع اور مذموم ہجو پر مشتمل ہو۔ پس جس سماع میں اس طرح کی چیزیں موجود ہوں، وہ سماع ہر سننے والے کے لئے حرام ہے۔

(۲) سماع کی ایک قسم وہ ہے جو مباح ہے۔ اور یہ سماع اس کے لئے جائز ہے جو صرف اچھی آواز اور آلات ونغمات سے لطف اندوز ہو، بعض حالتوں میں مسرت کا طالب ہو، اور بیشتر اوقات میں اس کا عادی نہ ہو۔ مجلس، منکرات یعنی ناپسندیدہ چیزوں سے پاک، اور قلب، حرام وسوسوں سے پاکیزہ ہو، سماع کی وجہ سے فرائض وسنن، اور واجبات میں سے کچھ بھی فوت نہ ہو۔

(۳) اور سماع کی ایک قسم مندوب ہے اور یہ اس کے لئے ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کی محبت وعشق اور اس سے لقاء کا شوق غالب آگیا ہو۔ اور سماع سے اچھے اوصاف اور پاکیزہ احوال کی طلب اور بلند مقامات کا شوق وطلب ہی ابھرتا ہو۔ سماع، سننے والے کے حق میں اس کے شوق کو ابھارنے والا، اس کے عشق کو پختہ کرنے والا، قلبی بے دینی کو ختم کرنے والا ہو، اور اس سے مکاشفات وملاطفات جیسے احوال ہی صادر ہوتے ہوں۔ جس کے وصف کا احاطہ نہیں ہوسکتا اور اسے وہی جانتا ہے جو اس کا ذائقہ چکھ چکا ہے اور اس کا وہی انکار کرسکتا ہے جس کا حس اس کے ذائقہ سے محروم ہے۔ اور صوفیہ کے نزدیک اس

حالت کو وجد کہا جاتا ہے ۔یعنی اس کی نفس نے ان احوال کو پالیا، جن سے سماع سے قبل سامنا نہیں ہوا تھا۔پھر یہ احوال اپنی آگ سے دلوں کو جلا کر کدورات سے صاف شفاف کر دیتے ہیں ۔اور ان سے مشاہدات و مکاشفات کا حصول ہوتا ہے اور یہی محبین کے مقصود کی انتہا اور قربت خاص کے ثمرات کا اختتام ہے ۔تو اس تک پہنچانے والا (یعنی سماع کا سننا) منجملہ قربات (یعنی تقرب الٰہی) میں سے ہے نہ کہ منجملہ معاصیات و مباحات میں سے ہے ۔ جو آدمی بیوقوف، خشک مزاج، سخت دل، لذت سماع سے محروم ہے وہ، سماع، سننے والے کی لطف اندوزی، اس کے وجد واضطراب اور تغیر رنگ سے تعجب کرتا ہے۔

مواجد حق او جد الحق کلھا   وان عجزت عنھا فھوم الاکابر

(مواجد حقیقی (اللہ تعالی) نے تمام حق کو وجود بخشا ہے اگر چہ
اس سے اکابر کی سمجھ قاصر رہے)

اور حضرات صوفیہ کا سماع اسی قسم میں داخل ہے، جو کہ صدق و اخلاص کے پیکر ہیں ۔ایسے صوفیہ قیامت تک ہر وقت اور ہر جگہ رہیں گے ۔ ہمارے شیخ جو کہ شیخ الکل ہیں، انہوں نے فرمایا:

ولنا الولاية من الست بربكم واما منا المهدی و هو ختامنا

(ہمارے لئے ولایت ''الست بربکم'' یعنی روز اول سے ہی
ہے اور ہمارے امام مہدی ہیں اور وہی خاتم ہیں یعنی وہ
اخیر زمانہ میں آئیں گے)

بعض صوفیہ کرام سماع کے پابند تھے ۔اگر کوئی تکلف کے ساتھ وجد میں ان سے مشابہت اختیار کرے اور اس مشابہت کے بہانہ سے پاکیزہ احوال کو حاصل کرنے کا ارادہ کرے اور اس کو اپنانا اور اختیار کرنا چاہے تو یہ اس کے حق میں اچھا عمل ہوگا:

و انی لاستغشی وما بی غشیة لعل خيالا منك يلقى خيا ليا

''میں بیہوش ہوا جا رہا ہوں جبکہ مجھ پر بیہوشی طاری نہیں ہے
شاید کہ آپ کے خیال نے میرے خیال کو ملا دیا ہے''

ایسے شخص پر (جو بہ تکلف وجد کرے)کسی کا اعتراض کرنا مناسب نہیں ہے اس لئے کہ حصولِ احوال کے سلسلے میں کسب کو بڑا دخل ہے ۔اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو رونے اور فکر مندی کی کیفیت اختیار کرنے کا حکم فرمایا جسے تلاوت قرآن میں رونا نہ آتا ہو، اس لئے کہ یہ حالتیں شروع میں تکلف کے ساتھ آتی ہیں پھر اخیر میں وہ پختہ ہوجاتی ہیں ۔اور اگر ان سے ریاکاری

اور احوال شریفہ کی نمائش مقصود ہو، حالانکہ وہ اس سے خالی ہو، تو یہ اس کے حق میں مذموم وحرام ہے۔

و اسرع شیئ یضمحل وجودہ　　تصنع کذاب و صولۃ مبطل

(تیزی کے ساتھ جس کا وجود مضمحل ہوتا ہے وہ جھوٹے کی نمائش اور باطل کی شان وشوکت ہے)

اور اسی قسم کے احمقوں کی وجہ سے پوری جماعت (صوفیہ) پر فضیحت کی جاتی ہے۔

وجرم جرّہ سفھاء قوم　　فحل بغیر جانیہ العقاب

(ایک گناہ جسے قوم کے بیوقوفوں نے انجام دیا اس کی سزا ایسے لوگوں پر نازل ہوئی جنہوں نے اسے انجام نہیں دیا۔)

بروز پیر، ۲۵/ جمادی الثانی ۱۳۱۲ھ میں یہ تحریر پائے تکمیل کو پہونچی۔

صلی الالہ و من یحف بعرشہ　　و الطیبون علی المبارك احمد

والہ واصحابہ وسلم

(اللہ تعالی اور اس کے عرش کو گھیرنے والے اور پاکیزہ لوگ احمد مجتبیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کے آل اطہار پر درود وسلام بھیجیں۔)

لعمری لقد نبهت من کان نائما   واسمعت من کانت له اذنان

(میری عمر کی قسم میں نے سوئے ہوئے لوگوں کو جگا دیا اور ہر
اس شخص کو سنا دیا جس کے پاس کان ہے۔)

علی نحت المعانی من معادنہا   و ما علی اذا لم تفہم البقر

(ہمارا کام تو معانی کو منبع وسرچشمہ سے نکالنا ہے، ہمار
ے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں جب عقل وخرد سے عاری
لوگ نہیں سمجھیں)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

و الصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین ۔

ثم الصلوۃ علی النبی محمد والآل والاصحاب ثم صحابنا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان کے آل واصحاب پر درود وسلام ہو پھر ہمارے اصحاب پر۔

☆☆☆

تقریظات

مولاناومولوی محمدفاروق حنفی عباسی مدظلہ قدس سرہ

ساری خوبیاں اس ذات کے لئے ہیں جس نے آنکھ اور کان پیدا کیا، خلق کو مطالب ومفاہیم کے تابع کیا اور دلوں کو سماع کے ذریعے بہرہ ورفرمایا جیسا کہ انہیں اشعار اور منظوم کلام کے ذریعے فرحت بخشی۔ درود وسلام نازل ہوں اس ہستی پر جن کا زمانہ سارے زمانوں سے بہتر اور جن کا مسکن سارے مقامات سے افضل ہے۔اللہ ان کی آل اور اصحاب پربھی رحمت نازل فرمائے جوفردوس کے کامیاب سالک ہیں۔

امابعد! ہرصاحب حس کے لئے ایک ذوق اورلذت ہے اور ہر نفس کے لئے خوشی اورنظر کی شادمانی ہے،جس طرح نظر رنگ برنگی چیزوں کا حسن ملاحظہ کرنے کے بعد خوش ہوتی ہے، اسی طرح کان بھی خوش الحانی سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ یہ رسالہ فاضل مولانا محمدعبدالحئی اسلام آبادی سلمہ اللہ تعالیٰ نے سماع کے شرعی حکم میں تصنیف فرمایاہے،جو دلوں کو جلا بخشنے والا اور حیرت میں

ڈال دینے والا ہے، قلوب کو لطف اندوز کرتا ہے اور نگاہوں کے لئے سامان تسکین ہے۔ اللہ اس تصنیف کو بام عروج بخشے، کیا خوب تصنیف ہے یہ، اگر یہ شائع ہو جائے تو روشن شریعت کے احکام میں ماہر اور راسخ حضرات سے بھی شبہات کو دفع کرنے والی ثابت ہوگی۔

مولوی محمد فیض اللہ کوفی اعظمی سلمہ (قدس سرہ)

اے وہ ذات جو مجد و کبریائی میں تنہا اور جلال و جمال میں یکتا ہے! تیرے ہی لئے ساری تعریفیں ہیں۔ درود وسلام ہو اللہ کے اس نبی پر جنھیں اُمّیوں میں بھیجا گیا تا کہ اللہ کا پیغام ان تک پہونچائیں اور حلال وحرام کو ان کے اوپر ظاہر کر دیں، رحمتوں کی بارش ہو ان کے آل واصحاب پر (جن کے اقوال وافعال) احکام کے دلائل ہیں۔

اما بعد! ''تحقیق الاضابیر فی سماع المزامیر''
منکروں کے سینوں کو شفا بخشنے والا اور حق ویقین کے مطالب
کی تفہیم میں ایک کافی رسالہ ہے۔ یہ رسالہ صدق وصواب کے
راستے کی رہنمائی کرتا ہے اور خطا واضطراب کو دفع کرتا ہے،

نفع بخش اور نایاب لعل وگہر کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے اور حشو وزوائد سے پاک ہے۔ بھلا ایسا ہو بھی کیوں نہیں کہ یہ مولانا واستاذنا مولوی محمد عبدالحیؒ چاٹ گامی کی تصنیف ہے جو علوم نقلیہ وعقلیہ دونوں کے باریک نکات پر مطلع اور عربی زبان وادب کے رموز واسرار سے باخبر ہیں جن کی عطا پاشیوں سے وادیوں کے سینے آباد ہیں۔ اللہ انہیں دوام بخشے، ان کے علمی فیضان کا کچھ چھینٹا ہم پر بھی ڈال دے اور ان کی بردباری سے بھی ہمیں کچھ حصہ عطا فرمائے۔

مادۂ تاریخ از: حکیم مولانا مولوی محمد عبدالعلیم آسی سکندر پوری مدظلہ العالی (قدس سرہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سمع اللہ لمن حمدہ وسر النبی بالصلوۃ علیہ وبعد! جب میں نے عارف کامل فاضل جلیل کا سماع کے مسئلے پر رسالہ دیکھا تو تاریخ رقم کرنے کی غرض سے، اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دست دعا دراز کرتے ہوئے عرض گزار ہوا۔

"اللھم اجعلنی من یسمع القول ویتبع
احسنه بلا مزفیه"

1359-47=1312

اللہ تعالیٰ ہمارے آقا محمد مصطفی اور آپ کی آل واصحاب اور محبین پر رحمت نازل فرمائے۔

قطعہ تاریخ از جناب مولوی حافظ محمد علی صاحب

وکیل ورئیس غازی پور

مولوی خوش خصال وخوش سیر آنکہ نام پاکش عبدالحی ہست
در جواز نغمہ بس خوشتر کتاب داد ترتیب و قلمہا در شکست
منکرین راطعنہائے سخت وسست برسماع وسامع یزدان پرست
ناروا بودست پس آن ذی کمال شورش بجاے شان را لہو بست
ہر سرے کو برسماے طنز بود بر زمین افتاد آخر کار بست
سال تالیف کتاب و طبع آن گفتن اے قاری چو لابد آمدست

گوش کن ازملہم ایں مصرع بگو
زندہ سازقول مستان الست
(1312ھ)

قطعۂ تاریخ از جناب حافظ محمد فرید الدین احمد صاحب فریدی غازی پوری سلمہ

بے مثل و بے مانند ہے جو کچھ ہے اس تحریر میں   تحقیق یا تدقیق یا تقریب یا تقریر ہے

جب فکر تاریخ اے فرید! اس کی مجھے پیدا ہوئی   ہاتف پکارا ناگہاں دندان شکن تحریر ہے

(1312ھ)

اشاریہ

عن عامر بن سعد،قال: دخلت علی قرظة بن کعب........الخ	سنن النسائی، کتاب النکاح، باب اللهو والغناء عند العرس، 118/11
قال رسول الله ....اعلنوا هذا النکاح واجعلوه فی المساجد واضربوا علیه بالدفوف	نیل الاوطار، باب الدف واللهو فی النکاح 240/6
ان النبی صلی الله علیه وسلم مر بحسان بن ثابت ......وقال لاحرج ان شاء الله تعالیٰ	
حرك بالقوم فاندفع یرتجز	نیل الاوطار، باب ضرب النساء بالدف، 180/8
ان امرأة جائت الی رسول الله فقال: یاعائشة !اتعرفین...الخ	سنن النسائی، باب اطلاق الرجل لزوجته استماع الغناء 310/5
خرج رسول الله فی بعض مغازیه ....فاضربی والا فلا	ترمذی 260/5
........قال: الهو و العبوا فانی أ کرہ ان أری فی دینکم غلظة	شعب الایمان للبیهقی، باب فی تحریم الملاعب والملاهی، 485/8
لانذر فی المعصیة	سنن الترمذی، باب ان لانذر فی معصیة 103/4
فلازال قصر بین بصری وجلق۔ علیه من الوسمی جود وابل	حضرت حسان ابن ثابت رضی الله عنه کتاب الاغانی، 168/17
اصناعونی و ای فتی اضاعوا لیوم.........الخ	ایضاح الدلالات فی سماع الاٰلات، ص:57
ادعونی استجب لکم	سورۃ غافر ،آیت: 60
ان الذین یستکبرون عن عبادتی	سورۃ غافر ،آیت:60
خیر لهو المؤمن السباحة وخیر لهو المرأة المغزل	کنز العمال، باب اللهو المباح، 211/15

عن المطلب بن عبداللہ أن رسول اللہ علیه وسلم قال الھوا والعبوا فانی أکرہ.....غلظة	شعب الایمان للبیھقی باب فی تحریم الملاعب والملاھی، 485/8
ھل کان معکم لھو فان الانصار یحبون اللھو	مستدرك للحاکم، کتاب النکاح، 200/2
زوج ابنة أبي لھب قال: دخل علینا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حین تزوجت ابنة ابی لھب ....الخ	مسند احمد بن حنبل، 379/5
اعلنوا ھذا النکاح واجعلوہ فی المساجد...........	ترمذی، اعلان النکاح، 398/3
انما الاعمال بالنیات وانما لکل امری مانوی	البخاری کتاب بدء الوحی 1/2
قل من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ ....الخ	سورۃ اعراف، آیت: 32
فبقر بنا من قاب وسین لقد۔ رشقت قلوب المنکرین سھامنا	شیخ سے مسموع
خلیلی ما بال المطایا کاننا نریھا علی الاعقاب بالقوم تنکص	طبقات امام سبکی، ترجمة الامام اسماعیل المزنی 242,241/1
لھو المومن باطل	
لاخیر باللعب کلھا من النردو الشطرنج وغیر ذلك	موطا، باب النظر الی اللعب، 293
من لعب بالنرد فقد عصی اللہ ورسوله	
الاان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون	سورۃ یونس، آیت: 62
ھر که خواھد ھم نشینی باخدا اونشیند در حضور اولیا	مولانا روم ....مثنوی

نالۂ سرنا وتہدید دھل چیز کے ماند بداں نا قور کل	مولانا روم ....مثنوی
الست بربکم	سورۃ اعراف، آیت:172
ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل.....الخ	سورۃ لقمان، آیت: 6
افمن ھذا الحدیث تعجبون.......الخ	سورۃ نجم..آیت نمبر 59,60,61
والشعراء یتبعھم الغاوون	سورۃ شعراء، آیت: 224
واستفزز من استطعت منھم بصوتك	سورۃ بنی اسرائیل،آیت: 64
لیکونن من امتی قوم یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف	البخاری، کتاب الاشربة،باب ماجاء فی من یستحل الخمر ویسمیه بغیر اسمه، رقم الحدیث: 5590
نھی عن الخمر والمیسر ولکوبة ....الخ	ابوداؤد، کتاب الاشربة،باب النھی عن المسکر ، رقم الحدیث: 3687
ان الغناء ینبت النفاق فی القلب	سنن ابی داؤد، کتاب الادب،باب کراھیة الغناء والمزامیر، رقم الحدیث: 4929
.......قال: لاتبیعوا القینات ....الخ	ترمذی، رقم الحدیث: 3499
عن علی قال ....اذفعلت امتی خمس عشرة......الخ	ترمذی، کتاب الفتن،باب ماجاء فی علامة حلول المسخ والخسف، رقم الحدیث 2371
قال فی ھذہ الامة خسف ومسخ وقذف..........	ترمذی، کتاب الفتن (سابق) رقم الحدیث 2373
عن صفوان بن امیة قال کنا عند رسول اللہ......لا اذن لك	ابن ماجه کتاب الحدود، باب المخنثین، رقم: 2711
عن ابی ھریرۃ.........فانھن من الحق	مستدرك للحاکم فی الجهاد، 104/2، رقم: 2468

عن جابر ....ویعلم الرجل السباحة	کتاب عشرة النساء للنسائی، باب ملاعبة الرجل زوجته، ص:87، رقم الحدیث53
تبیت طائفة من امتی علی اکل وشرب..........الخ	مسند احمد ابن حنبل، رقم الحدیث: 22285
ان النبی قال، استماع الملاهی معصیة ....بها کفر	نیل الا وطار، باب ماجاء فی ألة اللهو 179/8
من ترکها فقد استبرأ لعرضه ودینه.....الخ	

ہماری مطبوعات
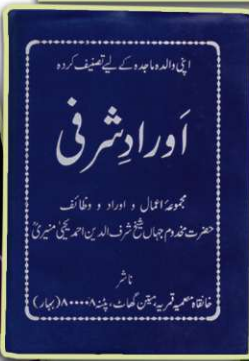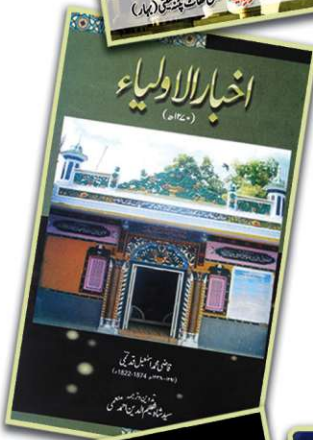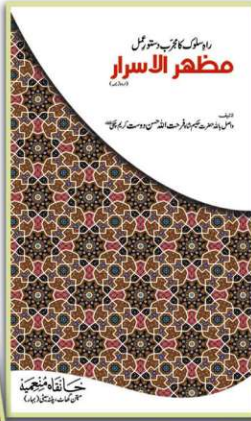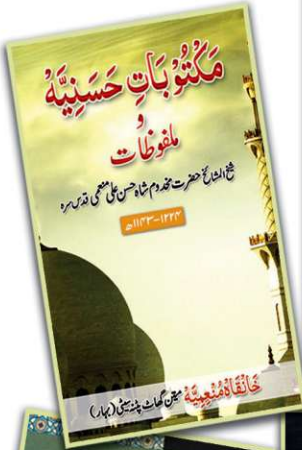
آستانہ حضرت مخدوم شاہ محمد منعم پاکباز قدس سرہ، میتن گھاٹ، پٹنہ

Tahqeeq ul Azabeer fi Sama il Mazameer

by Hazrat Syed Abdul Hayee Jahangir [Rahmatullah Alaih]
Qadri Munemi Abululai (Chittagong)

(م1909ء)

یہ رسالہ فاضل مولانا محمد عبد الحئ اسلام آبادی سلمہ اللہ تعالیٰ نے سماع کے شرعی حکم میں تصنیف فرمایا ہے، جو دلوں کو جلا بخشنے والا اور حیرت میں ڈال دینے والا ہے، قلوب کو لطف اندوز کرتا ہے اور نگاہوں کے لئے سامان تسکین ہے۔ اللہ اس تصنیف کو بام عروج بخشے، کیا خوب تصنیف ہے یہ، اگر یہ شائع ہو جائے تو روشن شریعت کے احکام میں ماہر اور راسخ حضرات سے بھی شبہات کو دفع کرنے والی ثابت ہوگی۔

حضرت مولانا مولوی محمد فیض اللہ الاعظمی رحمۃ اللہ علیہ

"تحقیق الاضابیر فی سماع المزامیر" منکروں کے سینوں کو شفا بخشنے والا اور حق ویقین کے مطالب کی تفہیم میں ایک کافی رسالہ ہے۔ یہ رسالہ صدق وصواب کے راستے کی رہنمائی کرتا ہے اور خطا واضطراب کو دفع کرتا ہے، نفع بخش اور نایاب لعل وگہر کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے اور حشو وزوائد سے پاک ہے۔

حضرت مولانا مولوی محمد عبد العلیم آسی غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ

(م1335ھ / 1917ء)

جب میں نے عارف کامل فاضل جلیل کا سماع کے مسئلے پر رسالہ دیکھا
تو تاریخ رقم کرنے کی غرض سے، اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دست
دعا دراز کرتے ہوئے عرض گزار ہوا ۔

"اللھم اجعلنی ممن یسمع ۰ القول ویتبع احسنہ بلا مزفیہ"

ISBN 978-81-920962-4-7

9 788192 096247

Khanqah Munemia
Mitanghat, Panta City (Bihar)

contact: +91 930 345 2794